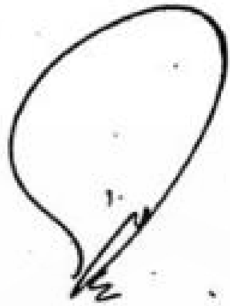
عزاداری

عزاداری کیا کیوں اور کیسے

تالیف:

حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن صلاح الدین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزاداری کیا، کیوں اور کیسے

تالیف:

حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن صلاح الدین

یکے از مطبوعاتِ

مرکز اسلامی ٹرسٹ کراچی پاکستان

مشخصات کتاب:

نام کتاب	:	عزاداری کیا، کیوں اور کیسے
تالیف	:	شیخ محمد حسن صلاح الدین
ڈیزائننگ	:	سجاد حسین پُرکپہ
ناشر	:	مرکز اسلامی ٹرسٹ کراچی
سال نشر	:	۲۲ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ۔ ۲۰۱۰ء
تعداد جلد	:	۱۰۰۰
ہدیہ	:	65 روپے

ملنے کا پتہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ B.10.11

سروے نمبر 639 جعفر طیار سوسائٹی ملیر کراچی۔

فون نمبر۔ 02134518593

فہرست مطالب

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس دفعہ بشریت کی ہدایت وقیادت کا بوجھ اٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا نظر انتخاب حضرت محمد بن عبداللہؐ پر پڑی اور ان کو اس خطیر اور اہم فریضہ کی انجام دہی کیلئے منتخب کیا۔ چنانچہ اس سے قبل دیگر انبیاء الٰہی اپنے اپنے زمانے میں اپنے فرائض منصبی بوجہ احسن انجام دے چکے تھے۔

اِنَّا سَنُلْقِی عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً

ہم عنقریب تمہارے اوپر ایک سنگین حکم نازل کرنے والے ہیں۔ (سورہ مزمل آیت۔ نمبر۵)

چنانچہ سرور کائنات حضرت رسول اکرمؐ غار حرا سے نور ہدایت، مشعل حق اور قیادت صالحہ کا پیام الٰہی لیکر آئے تاکہ پیاسی دنیا کو چشمہ زلال اور حق وحقیقت کی باران رحمت سے سیراب کرسکے۔ آپ کے تمام پیغامات چاہے عقیدہ سے مربوط ہوں یا اخلاق وخودسازی سے، معاشرہ سازی سے متعلق ہوں یا فکر وعمل کی دعوت سے فطرت انسانی سے ہم آہنگ اور عقل سلیم کی عین مطابق ہونے کی وجہ سے ارتقاء بشریت، حصول تکامل وترقی اور انسان کامل بننے کے لئے اشد ضروری تھا۔ رسول اکرمؐ نے اس پیغام کو لانے کے ساتھ ساتھ ایک سنگین بوجھ بھی اپنے ذمہ لیا وہ ہے "تبلیغ دین" اس لئے ۲۳ برس کے عرصے تک تمام مشکلات، مسائل اور دشمنوں کی سازشوں کے باوجود اسلام کی شعاعیں پھیلاتے رہے۔ اور کسی کے خوف وہراس اور طمع ولالچ سے مرعوب ہوئے بغیر باکمال متانت وشہامت واستقامت اپنا شرعی فریضہ انجام دیتے رہے۔

وَالَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسَالاَتِ اللّٰہِ وَ یَخْشَوْنَہٗ وَلاَ یَخْشَوْنَ اَحَداً اِلَّا اللّٰہَ.

اور وہ لوگ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اور ان سے خشیت رکھتے ہیں یہ لوگ اللہ

کے سوا کسی ایک سے بھی نہیں دڑتے۔

چنانچہ ایک مختصر مدت میں اسلام نے تمام مذاہب اور ادیان اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کیا۔ عہد رسالت کے خاتمے کے بعد بھی تبلیغ رسالت و ترویج اسلام اور الٰہی پیغام رسانی کا سلسلہ بدستور جاری رہا چونکہ دین مقدس اسلام ایک ابدی پیغام ہے کسی مبلغ کی حیات سے اس کا وجود وابستہ نہیں چنانچہ مولائے متقیان حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کا فرمان ہے۔ **وهل يبلغ من الله بعد الرسول الا البشر.**

پیامبران الٰہی کے بعد الٰہی پیغام رسانی کا سلسلہ بشر کے ذریعہ ہی جاری رہے گا۔

دراصل تبلیغ دین اور اس کے تحریف و غلط تاویل سے محفوظ کرنے کی ضرورت و اہمیت، اصل دین کی اہمیت سے کم نہیں ہے۔ چنانچہ ہر زمانے میں بطور عموم اور عصر حاضر میں بطور خاص دینی تعلیمات کے فروغ، اخلاقی اقدار کو عام کرنا اور مسلمانوں کے درمیان وحدت واتحاد کی فضا پیدا کرنا، عقل و شرع کی نگاہ میں ایسا فریضہ ہے جس کو کسی حالت میں ترک نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جامعة العلوم الاسلاميه زیر نگرانی المرکز الاسلامی جعفر طیار نے اسلامی تعلیمات اور علوم دین کی ترویج و تبلیغ کو اپنے اغراض و مقاصد کا لازمی حصہ قرار دیا ہے دوسری طرف تبلیغ و ترویج اسلام کے موضوع پر ایسا ایک کتابچہ نہیں پایا جاتا جو مفید مختصر اور عام فہم ہو، لہٰذا بعض دوستوں سے مشورے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ عقائد اسلام، فروع دین، اخلاق اور دیگر فکری و ثقافتی موضوعات پر کچھ اس طرح کے کتابچے طبع و نشر کئے جائیں جو عام انسان کی قدرت خرید سے باہر نہ ہو اور اس کا مطالعہ بھی آسان ہو (چھوٹا سائز کی وجہ سے) اور کسی بھی موضوع پر آمادہ مواد (تیار لقمہ) بھی فراہم ہو۔

مذکورہ بالا غرض کے پیش نظر **جامعة العلوم الاسلاميه** زیر نگرانی المرکز الاسلامی ٹرسٹ جعفر طیار عزاداری کے موضوع پر یہ کتاب متلاشیان حق و حقیقت کے لئے پیش کر رہا "عزاداری سید الشہدا و کتب تشیع کی نشر" غ "تحفظ کا عا؟ مگر

گذشت زمان کے ساتھ ساتھ اغیار کی سازشوں اور داخلی مفاد پرست عناصر اور نادان دوستوں نے اس وسیلے کے حقیقی چہرے اور اہداف کو نشانہ بنایا اور مقصد عزاداری سے لوگوں کو دور کردیا۔اس کے مقابلے میں مکتب تشیع کے دلسوز علماء وفقہا نے عزاداری کی اصلاح اور مقصد عزاداری کو متعارف کرانے کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

زیر نظر کتاب "عزاداری کیا، کیوں اور کیسے" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔جس میں تاریخ عزاداری، اصول، آداب اور اصلاح کے حوالے سے مفید تجاویز پیش کی گئی ہیں یہ کتاب علماء،خطباؤذاکرین، بانیان مجلس اور ماتمی دستہ جات کے لئے بامقصد عزاداری کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن صلاح الدین اسلام ومکتب تشیع کے دلسوز اور دینی بصیرت رکھنے والے علماء باعمل میں سے ایک ہیں مکتب کی سربلندی، تشیع کے حقیقی چہرے سے معاشرے کو روشناس کرانا اور ایک الٰہی واسلامی معاشرے کا قیام ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہتے ہیں آپ کے علمی آثار بھی اسی نظریے کے عکاس ہیں ہم آپ کی علمی ودینی خدمات میں توفیقات میں اضافے کے لئے دعاگو ہیں۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ

جعفر طیار طیر کراچی

مقدمہ:

ا۔اس دنیا جس کو خود انسان دنیا پرست نے ظلم کدے میں تبدیل کر رکھا ہے، واقعہ کربلا سے پہلے اور بعد میں لاتعداد مصائب، مظالم اور جانگداز وقائع کا ارتکاب کیا گیا ہے اور یہ مسلسل اب بھی جاری ہے۔

لیکن کسی مصیبت کا ایسا عالم گیر اثر پڑا جیسا کہ واقعہ کربلا کا؟

اور کیا کسی غم انگیز واقعہ کو اسی طرح یاد کیا جاتا ہے جس طرح حادثہ عاشورا کو؟

اس سوال کا جواب قطعاً نفی میں ہوگا۔

یہ کیا وجہ ہے کہ قیام حسینؑ کا ذکر طرح طرح کی مزاحمتوں، مخالفتوں، بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے ہوتے ہوئے بھی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے؟

اس کی ایک زندہ مثال چہلم امام حسینؑ سال **1431** ھ مطابق **2010** ء کا کراچی کے جلوس عزا ہے جو عاشورا کے جلوس میں ہونے والے دھماکے کے ردعمل میں کفن پوش علماء و عزاداران کی وہ کثیر تعداد ہے جو آج تک اس کی مثال نہیں ملتی یہ اس واقعہ کی حقانیت اور للّٰہیت ہے جو مقناطیسی جذب کا اثر دکھا رہی ہے۔ (اقتباس از مجاہد اعظم ۱۳۸۹ اضافے کے ساتھ)

عزاداری کا فلسفہ:

اس موضوع کے میں بارے اصل کتابچہ میں وضاحت کی گئی ہے مگر یہاں ایک شبہ کا جواب دینا منظور ہے۔ وہ یہ ہے کہ شہید شہادت کے بعد عند اللہ بلند ترین درجات پر فائز ہو جاتا ہے، پھر ہماری عزاداری اور گریہ و بکاء کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب مندرجہ ذیل نقاط میں پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا نقطہ:

عزاداری سے شہید کو فائدہ پہنچانا ہرگز منظور نہیں ہے نہ شہید کے جسم کے زخموں پر کام آئیگی نہ عزاداری وگریہ سے اس کے مقام ودرجات میں مزید اضافہ ہوگا بلکہ اس کا فائدہ خود ہمیں ملے گا۔

حضرت امام خمینیؒ فرماتے ہیں: ہم اگر قیامت تک بھی سید الشہداء کے لئے روتے ہیں تو اس کا ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ ہمیں فائدہ ہوگا۔ آخرت کو چھوڑیے صرف اس کے اسی دنیاوی فائدہ کا حساب کیجیے۔ یہی نفسیاتی فائدہ ملاحظہ کیجیے کہ اس نے دلوں کو کس قدر ایک دوسرے سے ملا رکھا ہے۔ (قیام عاشورا ص ۱۶۵ از صحیفہ امام ج ۱۱ ص ۱۰۰)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

مجالس واجتماعات میں گریہ کا محرک یہ نہیں ہے کہ ہم حضرت سید الشہداء پر گریہ کریں۔ سید الشہداء کو اس گریہ کی ضرورت نہیں ہے اور صرف اس گریہ سے کوئی کام انجام تک نہیں پہنچتا۔ لیکن یہ مجلسیں لوگوں کو اکٹھا کرتی ہیں تین، ساڑھے تین کروڑ لوگ محرم وصفر میں خصوصاً روز عاشورا میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک ہی رخ پر چل پڑتے ہیں۔ بات صرف گریہ کی نہیں ہے اور گریہ دار جیسی صورت بنانے کی نہیں ہے، بلکہ اس میں کچھ سیاست ہے۔ ہمارے ائمہ اپنی خداداد بصیرت کے پیش نظر یہ چاہتے تھے کہ ان قوموں کو یکجا اور متحد کر دیں تاکہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ (قیام عاشورا ص ۱۶۶ از صحیفہ امام ج ۱۳ ص ۳۲۳)

دوسرا نقطہ:

عزاداری کے فوائد ووجوہات:

۱۔ شہید کی تعظیم وتکریم اور احترام کا اظہار ہے۔

۲۔ شہید کے مقصد شہادت، مصائب ومظلومیت کے ساتھ یکجہتی کا اظہار ہے۔

۳۔ عمق فاجعہ، وسعت تاثیر اور قوت کشش واقعہ کربلا کی خصوصیات میں سے ہیں

جو دیگر شہادت کے واقعات میں نہیں پائی جاتیں ہیں، انہی وجوہات کی بنا پر اس کی یاد عزاداری کی شکل میں سال بہ سال کیا جاتا ہے۔

۴۔ لوگوں کو اکٹھا و یکجا کرنا اور ایک پرچم کے نیچے جمع کرنا بھی منظور ہے اور حضرت سید الشہدا کی عزاداری سے زیادہ کوئی چیز اس کے لئے موثر نہیں ہے۔

۵۔ واقعہ کربلا کو تحفظ فراہم ہوتا ہے یعنی امام حسینؑ کے مکتب کو زندہ رکھنا، پیام وشہادت کے اہداف ومقاصد کی حفاظت عزاداری میں مضمر ہے۔

۶۔ شہداء کا غم منانا اور ان پر رونا، سیرت رسول اکرمؐ اور صحابہ کرام کا شیوہ ہے اس کا تفصیلی ذکر بعد میں پیش کیا جائے گا۔

۷۔ عزاداری کے ذریعے معاشرہ سازی اور تہذیب نفس کا عملی ونظری درس ملتا ہے۔

۸۔ اسلام کی تبلیغ وترویج کا بہترین ذریعہ ہے۔

۹۔ عزاداری کے توسط سے شہادت اور اس کے پیغام وثقافت کو نسل بہ نسل منتقل کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ عزاداری ظلم وستم اور ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج ہے۔

تیسرا نقطہ:

کسی کی موت یا شہادت کے بعد اس پر گریہ کرنا ایک فطری عمل ہے لہٰذا اس کا نمونہ ہر قوم وملت میں پایا جاتا ہے۔ اسلام میں اس فطری عمل سے منع نہیں کیا گیا ہے چنانچہ آنحضرتؐ کے عہد میں شہدائے اسلام پر نوحہ ومرثیہ پڑھنا اور گریہ وبکاء کا سلسلہ رائج تھا۔ حضور اکرمؐ نے نہ صرف اہل مدینہ کو شہداء احد پر اور دوسرے شہداء پر رونے سے نہیں منع کیا بلکہ جناب حمزہ پر رونے کا حکم وترغیب دلائی۔

چنانچہ حضور اکرمؐ کی رحلت کے بعد آنحضرتؐ کے فراق میں جناب ابوبکر کا گریہ اور ام المومنین عائشہ کا تذکرہ بھی علی الترتیب پیش کیا جائے گا۔ یاد رہے حضور اکرمؐ کے زمانے

میں حسان بن ثابت اور کعب بن مالک مرثیہ گو شاعر تھے۔

شہداء رجیع:

اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ سن ۳ ہجری میں واقعہ احد کے بعد قبیلہ عضل وقارہ سے ایک وفد مدینہ آیا اور حضور کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہمارے قبیلے میں مسلمان موجود ہیں ان کو دین کی تعلیمات اور قرآن کی تلاوت۔۔۔۔ سکھانے کیلئے اپنے اصحاب میں چند افراد کو بھیج دیں۔۔۔۔ حضور نے چھ (بروایت دیگر دس ۱۰) افراد کو وفد کے ساتھ بھیجا جب یہ افراد رجیع نامی موضع پر پہنچے تو ان کے ساتھ غداری کی گئی اور ان کو شہید کیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳/۱۷۸۔۱۹۲)

شہدائے رجیع کے بارے میں حسان بن ثابت کے چار مرثیے جو گریہ وبکا کے ساتھ انشاء کیا تھا۔ سیرت ابن ہشام میں درج ہیں ان میں سے ایک یہ ہے

صلی الالہ علی الذین تتابعوا

یوم الرجیع فاکرموا واثیبوا.

ترجمہ: اللہ کا درود ان پر ہو جو رجیع کے موضع پر ایک دوسرے کے پیچھے شہید ہوئے اور اللہ نے ان کی تکریم کی اور ثواب سے نوازا۔ (ابن ہشام ج ۳ ص ۱۸۶۔۱۸۷۔۱۹۲)

شہدائے بئر معونہ اور حسان کی مرثیہ گوئی:

واقعہ کا خلاصہ:

ماہ صفر سنہ چار ہجری میں ابو براء (عامر بن مالک) حضور اکرم کی خدمت میں آیا آنحضرتؐ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اس نے انکار کیا مگر یہ تجویز دی کہ آپ اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کو نجد کی جانب روانہ کریں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اسلام قبول کریں گے۔ حضورؐ نے انکار کیا مگر بعض اصحاب کے اصرار پر چالیس بروایت دیگر ستر بہترین اصحاب

کو روانہ کیا۔ یہ گروہ مبلغین جب بئر معونہ، نامی موضع پر پہنچا تو ان کو شہید کیا گیا۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۱۹۳۔۱۹۴)

شہداء بئر معونہ (مبلغین اسلام) کے بارے میں حسان بن ثابت کا مرثیہ اور آہ و بکا کا ایک نمونہ:

علی قتلی معونہ فاستھلّی

بدمع العین سحا غیر نزر

ترجمہ: شہداء بئر معونہ پر خوب اشک جاری کرو۔ (ابن ہشام ج ۳/۱۹۸)

ان شہداء پر کعب بن مالک کا مرثیہ بھی مذکورہ بالا صفحہ پر درج ہے قابل ذکر بات یہ ہے کہ مرثیہ سرائی اور گریہ و بکاء کا سارا عمل مدینہ منورہ، اصحاب رسولؐ کے توسط سے آنحضرت کی موجودگی میں ہوا ہے نہ بدعت قرار دیا گیا اور نہ کفر کا فتوی لگا۔

جناب حمزہ پر گریہ و بکا اور مرثیہ گوئی:

واقعہ احد کے بعد انصار کے عبدالاشہل و ظفر کے گھروں سے آنحضرت کا گزر ہوا تو اندرون خانہ سے خواتین کی اپنے شہداء پر گریہ و بکا کی آواز سنائی دی تو آنحضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور بکا کی پھر فرمایا

"لکن حمزہ لا بواکی لہ"

ترجمہ: انصار کے شہداء پر تو ان کی خواتین گریہ کرتی ہیں مگر حمزہ پر رونے والی کوئی خاتون نہیں ہے۔

انصار نے جب یہ سنا تو اپنی خواتین کو جناب حمزہ پر رونے کا حکم دیا اور خواتین نے جناب جناب حمزہ پر گریہ و بکا کیا۔ حضرت رسول اکرمؐ نے جب یہ دیکھا تو ان کے لئے مواسات کرنے پر دعا فرمائی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳/۱۰۴۔۱۰۵)

جناب حمزہ کی خواہر صفیہ کا مرثیہ:

فواللہ لا انساک ماھبّت الصبا

بکاء وحزنا محضری ومسیری

ترجمہ: جناب حمزہ کی بہن صفیہ بنت عبدالمطلب نے اپنے بھائی کو روتے ہوئے ایک مرثیہ پڑھا جس کا ایک بند یہ ہے۔ اللہ کی قسم اے میرے بھائی میں آپ کو فراموش نہیں کر سکتی جب تک یہ ہوائیں چلتی رہیں گی میرا حزن و بکا، میرے سفر و حضر دونوں میں باقی رہے گا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ر ص ۱۷۶)

حسان کے چند مرثیے:

جناب حمزہ اور شہدائے احد کے بارے میں حسان بن ثابت کا گریہ و مرثیہ گوئی کا تذکرہ ابن ہشام ج ۳ ر ۱۵۹ ۔ ۱۶۳ میں تفصیلی طور پر آیا ہے دوسرے مرثیہ کا ایک بند یہ ہے۔

ودع عنک دارا قد عفا رسمھا

وابک علی حمزۃ ذی النائل.

ترجمہ: ان گھروں کا ذکر چھوڑ دو جن کے آثار مٹ چکے ہیں۔ اور حمزہ پر گریہ کرو جو صاحب عطا و جود تھے۔ (ابن ہشام ج ۳ ر ۱۶۳)

کعب بن مالک کی مرثیہ گوئی:

پہلے گزر گیا کہ حسان بن ثابت اور کعب بن مالک مشہور مرثیہ گو شاعر تھے۔ شہدائے احد اور جناب حمزہ کے متعلق کعب بن مالک کے سات مراثی سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۱۳۶ ۔ ۱۶۵ ۔ ۱۶۶ ۔ ۱۶۷ ۔ ۱۷۰ ۔ ۱۷۱ ، ۱۷۲ میں مکمل تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ ان کا ایک نمونہ یہ ہے۔

صفیۃ قومی ولا تعجزی: وبکی النساء علی حمزۃ

ولاتسامی ان تطیلی البکا: علی اسداللہ فی الھزۃ

ترجمہ: اے صفیہ اٹھو اور اس میں عجز و ناتوانی کا اظہار مت کرو، شیر خدا حمزہ پر اپنے علاوہ دوسری خواتین کو بھی ساتھ رلاؤ: یہ کام کسی تھکن کے بغیر جاری رکھو۔

حضور اکرمؐ کے فراق میں ابوبکر کا رونا:

رسول اکرم کی رحلت کے وقت ابوبکر صدیق مدینہ سے باہر موضع سخ اپنے گھر میں تھے، جب مدینہ آئے تو۔۔۔

فیکشف عن وجھه ثم اکب علیه فقبله وبکی۔

ترجمہ: ابوبکر نے رسول اکرمؐ کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی اور وہ جھک گئے پھر بوسہ لیا اور رویا۔

صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰ باب الدخول علی المیت صحیح ج ۲ ص ۱۷ باب مرض النبی سنن ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ واقعہ درج ہے۔

رسول اکرم کی مصیبت میں عائشہ کا ماتم:

ام المومنین عائشہ نے آنحضرت کی وفات میں شدت غم سے نڈھال ہو کر اپنی صورت پیٹ لیا۔ (السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۱۷۱ بحوالہ، بایدھاونبایدھا ص ۳۲)

چوتھا نقطہ:

عزاداری سے متعلق مرثیہ و نوحہ، کربلا کے پیام، فکر، حماسہ اور قربانی کے جذبہ سے لبریز ہونا چاہئے اور اصل واقعہ شہادت اور اس سے متعلقہ حالات کی صحیح تصویر کشی پر مشتمل ہونا بے حد ضروری ہے اس کی ایک مثال محتشم کاشانی کے وہ سات بند (ہفت بند) مرثیہ ہیں جو آج تک کوئی مرثیہ گو شاعر اس کی مثال پیش نہ کر سکا۔ بعض کا تو یہ خیال ہے" (بلاشبہ اس سے صحیح تر مصوری، اس سے مناسب تر الفاظ، اس سے لطیف تر لحن اور آمد محال ہے"

(مجاہد اعظم ۳۲۲)

اس ہفت بند کے تیار کرنے میں سترہ سال لگ گئے تھے: (ماو قرآن ص ۱۷۵)

اس کا نمونہ یہ ہے

۱۔ باز این چہ شورش است کہ در خلق عالم است

باز این چہ نوحہ چہ عزا و چہ ماتم است

۲۔ گر خوانمش قیامت دنیا بعید نیست

این رستخیز عام کہ نامش محرم است

۳۔ جن و ملک بر آدمیان نوحہ می کند

گویا عزای اشرف اولاد آدم است

۴۔ خورشید آسمان و زمین نور مشرقین

پروردہ کنار رسول خدا حسین۔

امام خمینی کا تحفہ:

شاعر معروف خوش دل تہرانی (جو قیام حسینی کے اہداف و مقاصد بیان کرنے میں شہرت رکھتے تھے) سے منقول ہے کہ حضرت امامؒ نے اپنے فرزند ارجمند احمد خمینی کے ساتھ مجھے ایک تحفہ بھیجا اس کی وجہ مندرجہ ذیل اشعار تھی

۱۔ بزرگ فلسفہ قتل شاہ دین این است

کہ مرگ سرخ بہ از زندگی ننگین است

۲۔ حسین، مظہر آزادگی و آزادی است

خوشا کسی کہ چنینش مرام و آئین است

۳۔ نہ ظلم کن بہ کسی، نہ بہ زیر ظلم برو

کہ این مرام حسین است و منطق دین است

۴۔ ہمیں نہ گریہ بر آن شاہ لب کافی است

اگر چہ گریہ بر آرام قلب تسکین است (عزاداری باید ہا و نباید ہا ص ۱۰۱)

آخر میں اس بات پر مقدمہ کا خاتمہ کرتے ہیں کہ عزاداری سید الشہداء اور دیگر شہداء

کربلا کی اہمیت وفضیلت کے لئے اتنا کافی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ ان خواتین کے لئے کھانا تیار کرتے تھے جو عزاداری میں مصروف ہوتی تھیں۔ (یعمل للنساء الطعام للماتم) سفینۃ البحار ج ۱/۳۸۔ بحار الانوار ج ۱۸۸/۴۵

محمد حسن صلاح الدین

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

جعفر طیار سوسائٹی ملیر کراچی

۳۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

باب اول---------------

عزاداری کا مفہوم:

عزاداری عربی لفظ ہے اس کے لغوی معنی کچھ یوں ہیں:

عَزِیَ یَعْزَیٰ عَزَاءً

مصیبت پر صبر کرنا۔ عَزّیٰ یُعَزِّی تَعْزِیَۃً تسلی دینا (المنجد اردو ص ۴۵۰)

"عزا" فعل لازم سے لیا گیا ہے کہ مصیبت زدہ انسان کا اپنی مصیبت پر صبر و شکیبائی کرنا اور جزع و فزع سے اجتناب کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

تعزیہ فعل متعدی کا مصدر ہے اور کسی مصیبت سے دوچار شخص (مصاب) کو اظہار ہمدردی کے طور پر تسلی و تسلیت دینا، صبر کی تلقین کرنا اور اسے پرسا دینے کا معنی منظور ہے۔

یہ معنی لغت کے اعتبار سے ہے اور ظاہر ہے یہ معنی اس وقت درست ہے کہ جب دونوں طرف (پرسا دینے والا اور مصیبت زدہ شخص) بقید حیات زندہ اور حاضر ہوں، چنانچہ عام طور پر معاشرہ میں یہی کیفیت پائی جاتی ہے، مگر عزاداری امام حسینؑ یا کسی دوسرے امام کے یوم شہادت و ایام غم میں، عزاداری کرنے کا مفہوم، مذہبی حلقوں کے پاس یہ لیا جاتا ہے کہ ان کے ایام غم و شہادت اپنے مخصوص انداز سے اعلیٰ مقصد کی خاطر منانے کا نام ہے۔

عزاداری کی شکلیں:

دور حاضر میں عزاداری سید الشہداء امام مظلوم حسینؑ بن علیؑ کی کیفیت و طور و طریقے ، پورے عالم تشیع میں یکساں نہیں ہے ہر ملک، ہر علاقہ اور زمان میں الگ الگ اور مختلف انداز پائے جاتے ہیں چنانچہ اس کا تذکرہ آئندہ چل کر کیا جائے گا۔ مگر عزاداری کے ابتدائی دور میں، مصائب مظلوم کربلا کا ذکر اور امام عالی مقام کی مظلومیت پر حزن و اندوہ اور گریہ و بکا کی صورت میں انجام ہوتی تھی، چنانچہ حضرت رسول اکرمؐ کے دور میں واقعہ کربلا سے پہلے امام

عالی مقام پر آنے والے مظالم ومصائب کا تذکرہ کرتے ہوئے آنسو بہانا، اسی طرح واقعہ کربلا کے بعد شام اور مدینہ میں شہید کربلا کے پس ماندگان جناب زینبؑ، ام البنینؑ ورباب وغیرہ نیز حضرت امام زین العابدینؑ سے امام رضاؑ تک کے ادوار میں مرثیہ خوانی اور گریہ وبکا کی شکل میں عزاداری کی جاتی تھی، اور بہت ہی بے تکلف وسادگی سے سوگواری شہدائے کربلا انجام پذیر ہوتی تھی۔

دور حاضر کے موجودہ رسوم اور شکلیں واختراعات رفتہ رفتہ عوام کی طرف سے ایجاد ہو کر بتدریج عزاداری کا حصہ بن چکی ہیں۔ اسی وجہ سے ہر ملک بلکہ ہر شہر، علاقہ وقریہ میں اپنے اپنے مزاج کے مطابق عزاداری کے رسوم وعادات اور شکلیں رائج ہوتی گئیں اور ہر جگہ ایک روایت قائم ہوئی، لہٰذا پورے عالم تشیع میں عزاداری کی ایک شکل کا فقدان طبیعی امر تھا، لہٰذا بعض عادات ورسوم میں اتفاق اور بعض دیگر میں اختلاف پایا جانا قابل فہم ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عزاداری کے رسوم اور طور وطریقے وقتاً فوقتاً بڑھتے تو گئے مگر بابصیرت علماء، فقہاء اور دین ومذہب کے مزاج وروح سے واقف دانشمندان کی زیر نگرانی انجام نہیں پائے اس لئے اس میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔

موجودہ عزاداری کے بعض رسمیں شرعی نقطہ نگاہ سے حرام وناجائز ہیں چنانچہ بعض رسوم وعادات مقصد شہادت کے منافی تصور کیا جاتا ہے اور کچھ رسومات کا ہونے سے نہ ہونا بہتر ہے، بعض رسوم وعادات ایک عرصے سے عوام کی جانب سے عزاداری میں شامل کی گئی ہیں۔ اس وقت توہین مذہب، تشیع کی حفاظت اور پیام کربلا کی نشر واشاعت کی راہ میں رکاوٹ کے علاوہ اور کوئی معقول فائدہ کا حامل نہیں ہیں، لہٰذا علماء بابصیرت، عمائدین ملت اور مذہب کے دل سوز تنظیمیں انجمنیں اور ماتمی دستہ جات کی شرعی ذمہ داری ہے کہ عزاداری کو اپنے اصلی چہرے میں بحال کرتے ہوئے ہر غیر مناسب رسوم سے پاک کیا جائے۔

بہرحال اس وقت برصغیر میں مندرجہ ذیل رسوم وشکلیں عرف عام میں عزاداری میں شامل ہیں۔

۱۔ مرثیہ گوئی	۲۔ سوز خوانی
۳۔ مجالس	۴۔ نوحہ خوانی
۵۔ سلام	۷۔ سینہ کوبی
۸۔ زنجیر وقمہ زنی	۸۔ تعزیہ
۹۔ شبیہہ	۱۰۔ تابوت
۱۱۔ جھولا	۱۲۔ علم
۱۳۔ ضریح	۱۴۔ ذوالجناح برآمد کرنا۔
۱۵۔ آگ پر ماتم	۱۶۔ جلوس

۱۷۔ بعض علاقوں میں ڈھول باجے اور دیگر آلات موسیقی بھی استعمال ہوتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مذکورہ رسوم میں سے کچھ حصے جمہوری اسلامی ایران اور عرب ممالک میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ بعض کتب سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آج کل بعض رسومات کا رواج ختم ہو چکا ہے جو سابقہ ادوار میں برصغیر کے بعض شہروں میں رائج تھے۔

باب دوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عزاداری کی اصلاح:

یہ بات پہلے گزر چکی تھی کہ عزاداری کے بعض رسوم شرعی نقطہ نگاہ سے قابل قبول نہیں ہے، لہذا اس کی اصلاح کے لئے چارہ اندیشی بے حد ضروری ہے۔ اصولی طور پر عزاداری کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱) قولی ۲) فعلی

قولی عزاداری میں مرثیے، نوحے اور مجالس وغیرہ شامل ہیں، فعلی عزاداری میں تعزیہ، تابوت، علم، ذوالجناح اور جلوس شامل ہیں، ان سب کے بارے میں آگے چل کر ہم عزاداری کے اصول کے عنوان سے گفتگو کریں گے۔ لیکن ان تمام طور وطریقوں میں، سب

سے زیادہ موثر رائج اور ہمہ گیر عزاداری صرف مجالس حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ ہی ہے۔ لہٰذا عام توجہ اصلاح مجالس حسینی پر مرکوز ہونی چاہئے، اصلاح مجالس عزا کی ضرورت، شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔ اور مجالس حسینی کو مدارس حسینی میں تبدیل کرنا احیاء کربلا کا تقاضا ہے۔

اور ان مجالس کو ان مقاصد کی صحیح تبلیغ کا ذریعہ بنایا جائے، جن کے لئے سید الشہداء نے عدیم المثال قربانیاں پیش کیں، اگر فلسفہ شہادت اور مقاصد عزاداری کو مدنظر رکھا جائے، اور تعلیمات اہل بیتؑ کو ہر حرکت و سکون و سرگرمی کا محور بنایا جائے اور کسی دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی دل آزاری سے اجتناب کیا جائے۔ اور عوامانہ مناظروں سے دوری اور دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں کراہیت و نفرت کے جذبات کو ابھارنے سے پرہیز کیا جائے تو مقاصد قیام بھی اصلی شکل میں محفوظ اور حضرت امام حسینؑ کے فلسفہ شہادت و مقصد قیام کی ہر دل عزیزی کو صدمہ پہنچانے سے بھی محفوظ رہے گا۔ اس صورت میں لامحالہ وحدت بین المسلمین کو فروغ ملے گا اور ان کے تعلقات کو تقویت حاصل ہوگی اور مسلمانوں کے درمیان بنائی گئی استعماری خلیج کا ازالہ بھی ہوگا۔ مزید برآں دنیا میں اسلام اور تشیع کے اہم اصول و نظریات کی نشر و اشاعت کے لئے بہت سے راستے کھل جائیں گے۔ اور اخوت اسلامی و بھائی چارے کی وسیع فضا وجود میں آئے گی، مطلب بالا میں (مجاہد اعظم) سے بعض اقتباس بھی شامل ہے۔

عزاداری سے توقعات:

عزاداری حضرت امام حسینؑ سے بہت سی چیزوں کی توقع کی جاتی ہے۔ اور اس وقت کا انتظار بڑے شوق سے کیا جا رہا ہے جب مجالس امام حسینؑ مدارس اسلامی میں تبدیل ہو جائیں۔ البتہ دور حاضر میں مجلس امام حسینؑ کے انعقاد کی کیفیت اور تقاریر کے مضامین، موضوعات و مواقع میں اجتماعی اہم بنیادی انقلاب کی ضرورت ہے، تا کہ یہ ثقافتی، معلوماتی اور اجتماعی و مرکزی ادارہ اپنی ذمہ داریاں بحسن و خوبی ادا کر سکے۔ کیونکہ عزاداری کی موجودہ کیفیت یقیناً مطلوب نہیں ہے اور اکثر و بیشتر تقاریر، انقلاب کربلا کے فلسفہ وجود پر پورا نہیں

انتر تمیں بلکہ کچھ تقاریر و مجالس کی کیفیت ایسی ہے جو شہادت حضرت امام حسینؑ کے سراسر خلاف ہے۔ (شہید اسلام ۳۶۰)

باب سوم---------------

مجالس عزاداری کے موضوعات:

مجالس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر، مندرجہ ذیل موضوعات کو تقاریر و خطابات کا موضوع قرار دینا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں تاکہ مجالس کا انعقاد بے معنی نہ رہ جائے اور قومی سطح پر سالانہ کروڑوں روپے کا خرچ فضول خرچی اور بے فائدہ نہ بن جائے۔

میں یہاں پر مندرجہ بالا مطالب کی روشنی میں، خطباء کرام کی خدمت میں کچھ عرائض بطور نصیحت ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ دوران تبلیغ وادائے فریضہ کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھیں تاکہ رضائے الٰہی کے حصول کے ساتھ ساتھ رضائے صاحب شریعت حضرت رسول اکرمؐ اور رضائے شہید اسلام امام حسینؑ کے حصول میں ممد ومعاون ثابت ہوگا۔

۱۔ اسلام کے عقائدی، اجتماعی، ثقافتی، معاشی، فکری وتربیتی اور سیاسی نظریات کی تشریح وتبلیغ۔

۲۔ انقلاب وقیام حسینی کے فلسفہ وجودی کو لوگوں تک پہنچانا، غرض انقلاب وشہادت کے اسباب ومحرکات، اسباب بقاء، نتائج واثرات اور دیگر ابعاد وپہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو۔

۳۔ مسلم معاشرہ کو دور حاضر کے تقاضوں اور ذمہ داریوں سے روشناس کرانا۔

۴۔ اسلام اور تشیع کے خلاف جاری سازشیں اور اقدامات جیسے مراجع عظام کے خلاف ہرزہ سرائی اور اجتہاد وتقلید کے خلاف پروپیگنڈہ وغیرہ کا منہ توڑ جواب۔

۵۔ نظریہ تفویض ونصیریت اور غلو کا منطق اور دلیل وبرہان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔

۶۔ قرآن صامت اور قرآن ناطق ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات وفرامین، سیرت طیبہ اور اخلاق حمیدہ کے ذریعے معاشرہ سازی اور اصلاح فرد واجتماع کے لئے بنیاد بنانا۔

۷۔ اتحاد بین المسلمین اور وحدت بین المومنین کے فروغ اور اس کی خاطر ائمہ اہل بیت کے عملی اقدامات اور فرامین کا پُر زور انداز میں بیان کرنا۔

۸۔ فضائل و مصائب اہل بیت اور ان دونوں سے مربوط تفسیر آیات و روایات کو معتبر منابع سے اخذ کیا جائے۔

۹۔ کسی بھی مجلس میں وعظ و نصیحت سے غافل نہ رہیں اگرچہ اس کی مدت پانچ یا دس منٹ کیوں نہ ہو۔ قرآن کریم وعظ و نصیحت کا خزینہ ہے، سانحہ عاشورا اور شہادت امام عالی مقام اور اس سے متعلق حالات، عبرت و درس زندگی کا سرچشمہ ہیں۔

۱۰۔ خطیب کے کلام میں کوئی ایسا جملہ و اشارہ نہ ہو جو دوسرے مذاہب و فرق کے پیروکاروں کے لئے ایذا رسانی کا سبب بنے اور نفرت و تفرقہ کا باعث ہو۔

۱۱۔ خطیب کے کلام میں کسی قسم کے جھوٹ و من گھڑت پر مبنی روایت نہیں ہونا چاہئے، کسی امام معصوم سے جھوٹ منسوب کرنا سب سے بڑا گناہ کبیرہ ہے، کسی غیر معصوم یعنی کسی راوی و عالم سے جھوٹی نسبت دینا گناہ کبیرہ ہے لوگوں کو رلانے اور مجلس کو گرم کرنے کے لئے جھوٹے اور من گھڑت مصائب پڑھنا اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، خطبائے عظام حتی المقدور اس قسم کے مصائب پڑھنے سے اجتناب کریں۔

۱۲۔ ایسا کوئی کلام نہ از خود بیان کرے نہ کسی سے نقل کرے جس سے سامعین کے درست عقیدہ و عمل میں شک و شبہ پیدا ہو سکتا ہو، در حالانکہ خود خطیب اس کا منطقی جواب دینے سے عاجز ہو یا اس کے دائرہ علم و معرفت سے باہر ہو۔ خطیب کو اصولی طور پر ہدایت و ارشاد کا سبب بننا چاہئے نہ کسی فرد یا افراد کی گمراہی اور صراط مستقیم سے دوری کا باعث بنے۔

۱۳۔ ایسا کوئی نظریہ مجالس حسینی یا کسی دوسری محافل میں پیش کرنے سے گریز کیا جائے جو معاشرہ یا مذہب کے بعض مسلمات سے متصادم ہو اور اس کے بیان کرنے میں کوئی فائدہ بھی نہ ہو۔ نہ امر بالمعروف و نہی از منکر میں شامل ہے اور نہ اصلاح حال و اصلاح معاشرہ کا حصہ ہے، چنانچہ تاریخی و فکری لحاظ سے ایک مشہور غلط کی تصحیح میں بھی نہیں آتا۔ بلکہ

جو بات خطیب بیان کرنا چاہتا ہے وہ بذات خود ایک متنازعہ ہے، یہ بات چاہے واقعہ کربلا سے مربوط ہو، یا کسی اور موضوع سے ایسی باتوں کی نقل وبیان کا نقصان زیادہ اور فائدہ کم یا نہ ہونے کے برابر ہے، چنانچہ ایسی باتوں کی وجہ سے معاشرہ میں اختلاف وانتشار پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ خود خطیب تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا۔ اور اس کی شخصیت لوگوں کی نظروں سے ساقط ہو جائے گی، اور اس کی علمی وفکری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے سے معاشرہ محروم رہے گا۔ دراصل یہ رویہ راہ تبلیغ میں اپنے ہاتھ سے رکاوٹ ڈالنے کے عین مترادف ہے۔

۱۴۔ بعض علماء نے آداب منبر کے بارے میں چند اور چیزوں کا اضافہ کیا ہے کہ ایسے مصائب نہ پڑھے جس میں امام یا کسی دوسرے، شہید یا اسیر کی توہین ہوتی ہو۔ اسی طرح سخت مصائب پڑھنے سے گریز کیا جائے، یا حد اقل صراحتاً بیان کرنے سے گریز کریں اور اشارتاً بیان کرنے پر اکتفا کریں۔

آمدم بر سر طلب:

مذکورہ بالا مطالب مجالس حضرت امام حسینؑ کی اصلاح سے مربوط تھے، اسی طرح مرثیہ، نوحے اور سلام کی اصلاح یا بہتر انداز میں پیش کرنے کی ضرورت اپنی جگہ قائم ہے۔ فی الحال اسے نظر انداز کرتے ہیں۔

اصل میں بات عزاداری کے تمام رسومات کی اصلاح وبہتری کے بارے میں ہو رہی تھی، انشاء اللہ آئندہ چل کر "عزاداری کے اصول" کے عنوان کے تحت دیگر رسومات کے بارے میں بحث کی جائے گی۔

باب چہارم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بعض غلط رسومات کی تائید:

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عزاداری امام حسینؑ سے مربوط مجالس ومصائب ہوں یا دیگر طور وطریقے جو آج تک رائج ہیں، اس میں بعض امور من گھڑت وغیر معتبر

روایات پر مبنی ہیں، یا نادان عوام کی ایجاد کردہ ہیں جو رفتہ رفتہ عزاداری میں داخل کر دیا گیا ہے ، جیسے جناب شہزادہ قاسم کی عروسی، غیر معتبر مصائب پڑھنا اور زنجیر زنی وقمہ زنی و......اس کے نمونے ہیں (زنجیر وقمہ زنی کے بارے میں شرعی حکم بیان کرنا منظور نہیں ہے)

موجودہ طریقہ کو برقرار رکھنے اور رائج مصائب اور غیر مطلوب رسومات کو عزاداری سے جدا نہ کرنے کے حق میں یوں دلائل یا کم از کم تائید پیش کی جاتی ہے۔

دلیل:

مصائب یا فضائل کے بارے میں کوئی روایت کسی کتاب میں پائی جاتی ہے تو اس قاعدہ کے تحت (العهدة علی الراوی او علی المولف) نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خطیب بری ذمہ ہوگا۔ گناہ اس کتاب کے مؤلف پر ہوگا جس نے وہ غلط روایت اپنی کتاب میں درج کی ہے۔

جواب:

یہ جواب قواعد حدیث ودرایہ کے مطابق غیر قابل قبول ہے، کیونکہ حجیت حدیث و روایت پھر اس پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی سند، علم درایہ میں بیان شدہ اصول وقواعد پر مشتمل ہو، شیعہ امامیہ کے پاس سند کے اعتبار سے حدیث کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

اقسام حدیث کی تعریف:

۱۔ متواتر: وہ حدیث ہے کہ جس کی سند تمام طبقے میں ایسا گروہ شامل ہے جس سے صدور حدیث کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور جن کا جھوٹ بولنا عادتاً محال ہو۔

۲۔ صحیح: وہ حدیث ہے جس کے سلسلہ سند میں شیعہ امامی عادل وضابط ہو۔

۳۔ حسن: وہ حدیث ہے جس کی سند میں شیعہ امامی تو ہے مگر اس کی عدالت کی توثیق نہیں کی گئی۔

۴: موثق: اسے کہتے ہیں کہ جس کی سند میں غیر شیعہ بھی ہے مگر اس کی توثیق کی گئی

ہے۔

۵: ضعیف: مذکورہ اقسام کے علاوہ دیگر تمام روایات ضعیف کی تعریف میں آتی ہیں۔(اصول الحدیث ص: ۴۳۔۴۸، آقائی سبحانی)

بنابراین مجہول مرسل اور مقطوع و...... ضعیف کے اقسام میں شامل ہے۔

احادیث کی اقسام خمسہ میں سے، متواتر و صحیح و موثق حجت اور قابل عمل ہیں: اما حدیث حسن و ضعیف پر اس وقت عمل کیا جا سکتا ہے جب اس کے صدور پر وثوق و اطمینان حاصل ہو بصورت دیگر، دونوں حدیث (حسن و ضعیف) نامعتبر و غیر قابل قبول ہے۔

(اصول الحدیث و احکامه فی علم الدرایة ص ۶۰، آقای سبحانی)

علم درایہ میں مذکورہ بالا قاعدہ (العهدة علی الراوی) کا کہیں وجود نہیں ہے، نہ اس طرح نقل حدیث کرنے سے ناقل کا ذمہ بری ہو سکتا ہے، لہٰذا ذاکر حضرت امام حسینؑ فضائل و مناقب و مصائب ائمہ نقل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی ذاتی تحقیق کے مطابق ہو (اگر اہل تحقیق ہے) یا دوسرے محققین کی کتب سے نقل کرے یا کم سے کم ایک مشہور و مستند کتاب کا حوالہ دے۔

لیکن اگر کوئی حدیث فضیلت یا مصیبت کے بارے میں اس کی صحت و سقم کا علم نہ ہو مگر اس کی صحت پر کچھ قرائن پائے جاتے ہیں اگر چہ وہ مفید علم (علم آور) نہیں ہے، یا کم سے کم ان کی صحت و بطلان و صدق و کذب کا احتمال برابر ہو تو ہو سکتا ہے یہاں مذکورہ بالا قاعدہ (العهدة علی الراوی) کے مطابق مذکورہ بالا حدیث، فضائل یا مصائب کو نقل کرنا جائز ہو۔ پھر بھی یہاں کافی احتیاط برتنے کی اشد ضرورت ہے۔

دوسری تائید:

کہا جاتا ہے اگر مصائب شہداء کربلا سے نامعتبر روایات نکال دی جائیں اور قمہ زنی و زنجیر زنی جیسی رسومات کو ختم کیا جائے تو عزاداری امام حسینؑ میں فتور پیدا ہوگا اور رقت و جاذبیت اور کشش ختم ہو جائے گا۔ پھر رفتہ رفتہ عزاداری بے رنگ و بو ہو کر رہ جائے گی، عوام

الناس کا شوق، جذبہ اور عشق حسینی ماند پڑھ جائے گی۔ آہستہ آہستہ عزاداری کا وجود خطرہ میں پڑسکتا ہے وہ...... لہٰذا اعلیٰ مقصد کی بقاو نشر و اشاعت کی خاطر بعض محرمات کا ارتکاب اگر چہ نیت بھی نیک ہو، ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا، نیز یہ سارا کام حضرت امام حسینؑ کے نام گرامی پر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے بند نہیں کیا جا سکتا ہے۔

شہید مطہری (قدس) حماسہ حسینی میں اس سلسلے میں کچھ اقوال نقل کرتے ہیں:

قاری محترم اس کتاب کی طرف مراجعہ کریں۔

پہلا جواب

یہ تائید میکیاویلی نظریہ سیاست پر قائم ہے۔ بلکہ یہ وہی ہے چاہے اس تائید کے قائل شخص مذکورہ نظریہ سے واقف ہو یا نہ ہو۔ اس نظریہ کا لب لباب یہ ہے:

(الغاية تبرر الوسيلة......) ترجمہ: مقصد اعلیٰ اور غرض و غایت کے حصول کے لئے ہر وسیلہ و ذریعہ کا استعمال جائز ہے۔

چنانچہ اس سیاست پر امیر شام معاویہ بن ابی سفیان پھر بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفاء چلے، چنانچہ آج کے دور میں بھی حکام بلاد اسی سیاست چل رہے ہیں اور حکومت اور اقتدار کے حصول یا اس کے استحکام کی خاطر ہر کام و ذریعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔

مگر اسلام عزیز نے مذکورہ نظریہ کو سو فیصد مسترد کیا ہے اور اس کے بالمقابل یہ نظریہ قائم کیا ہے۔

الغاية لاتبرر الوسيلة......

ترجمہ: ہدف و مقصد کی خاطر ہر ذریعہ کا استعمال جائز نہیں ہے۔

بلکہ وہ ذریعہ بھی بذات خود شرع کی نگاہ میں جائز الاستعمال ہونا چاہئے، لہٰذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ عزاداری جو کہ بذات خود مستحب عمل ہے اس کی خاطر ارتکاب محرمات سے منع نہیں کیا جا سکتا؟

دوسرا جواب:

مذکورہ تائید کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ واقعہ کربلا اور سانحہ عاشورا بذات خود، رقت آمیز وقائع، پرسوز و گداز حالات جاذبیت، دل سوز و پرکشش مناظر سے خالی ہے بصورت دیگر فوج اشقیانے کوئی ایسے انسانیت سوز مظالم کا ارتکاب نہیں کیا۔ بربریت و وحشی پن ظلم و ستم ان سے سرزد نہیں ہوا؟

سبحان اللہ: یہ کیا بات ہے جو بعض نادان یا غرض مند افراد، غلط رسومات کی بقا اور اس کی ضرورت کے لئے ایسی بات کرتے ہیں جو سراسر خلاف تاریخ و خلاف حقیقت ہے، کیا زمان ائمہؑ اور ان کے بعد کے ادوار میں، انجام پانے والی عزاداری سے رقت طاری نہیں ہوتی تھی؟ جب کہ عزاداری ان چیزوں سے خالی ہوتی تھی، کیا دعبل خزاعی اور دیگر شعرا کی مرثیہ خوانی سے حضرات ائمہؑ اور ان کے اندرون خانہ کی خواتین پر رقت طاری ہو کر زار زار نہیں روتے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا ایسے پرکشش عناصر و مناظر انسانیت سوز مظالم، جگر خراش، جان گداز اور ہوش ربا واقعات پر مشتمل ہے، جو ایک سلیم الطبع انسان اور خالص فطرت الہیہ کا حامل شخص، ان مظالم و واقعات کے سننے کے بعد مدہوش اور مجذوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا ہے، واقعہ کربلا کو زندہ رکھنے کے عوامل خود اس کے اندر موجود ہیں، کسی بیرونی عوامل و اسباب کے محتاج نہیں ہے چنانچہ حقیر نے کتاب شہید اسلام باب چہارم ص ۲۶ میں (بقاء انقلاب حسینی کے علل و اسباب) کے تحت بحث کی ہے۔

جناب مورخ با بصیرت سید شاکر حسین امروہوی واقعہ کربلا کی انفرادیت اور جاذبیت کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

کیا تاریخ عالم میں کوئی ایسا ظلم کا واقعہ گزرا ہے جس میں باوجود ہر قسم کی سختیوں اور رکاوٹوں کے اقوام و اقران نے ماتم کیا ہو اور اس ماتم سے کبھی دل سیر نہ ہوتا ہو؟ جس قدر اشک کے قطرے اس وقت تک حسینؑ کے غم میں گرائے جاچکے ہیں کہ وہ اگر جمع ہوں تو بلاشبہ

ایک دریا بہہ سکتا ہے، محرم کا چاند افق پر نمودار ہوا اور ایک عام ہیجان نے قلوب پر بجلی کا سا اثر پیدا کیا، ہزار مخالفت کرتے ہیں کفر کے فتوے دیتے ہیں کوئی نہیں سنتا، (اس زمانے میں بم دھماکے اور خودکش حملے بھی کرتے ہیں، مگر کوئی نہیں ڈرتا) ایک پکار ہے کہ بچی ہوئی اس خدائی پکار کو کون روک سکتا ہے؟ اس واقعہ کی اہمیت سے اس ہیجان کی تو کافی توجیہ ہو جاتی ہے، لیکن گریہ پھر بھی ایک معمہ رہتا ہے) (مجاہد اعظم ۳۹۷ـ۳۹۷):

لہٰذا عزاداری حضرت اباعبداللہ الحسینؑ موجودہ رائج غیر مرغوب رسوم و عادات کے علاوہ پوری جاذبیت، اور مقناطیسی خاصیت کے ساتھ منائی جا سکتی ہے۔ محقق موصوف لکھتے ہیں:

واقعہ ہائلہ کربلا اور سانحہ شہادت مظلوم نینوئی بجائے خود ایسا رقت خیز حادثہ ہے جس کی دردانگیز کیفیت اپنی نظیر آپ ہی ہے اور جو خونی اثر اور دل ہلا دینے والا جذبہ قدرت نے اس کو بخشا ہے وہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ جب تک دنیا میں دین محمدی ہے اس کا اثر باقی رہے گا۔ ممکن ہی نہیں کہ جس دل میں محبت اہل بیت ہو واقعہ کربلا کو سن کر اس پر چوٹ نہ لگے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ سچے مسلمانوں کی آنکھ ان مصائب پر اشک نہ بہائے۔

پھر ان تکلفات و رسمیات کی ضرورت ہی کیا ہے کہ نام عزاداری کا دیں اور اس کے پردہ میں فضول و ناشروع عمل بجالانا بالکل اس مصرع کا مصداق بنتا ہے۔ ماتم کریں حسینؑ کا لوٹیں حسن پورہ۔ (مجاہد اعظم ۵۲۹)

تیسری تائید:

ہمارے انداز عزاداری بلکہ اصل عزاداری پر مخالفین کی جانب سے اعتراض تو ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا۔ مگر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، بس اتنا کہا کہ جاتا ہے بعض مراسم عزاداری جیسے زنجیر زنی و قمہ زنی و...... اس بات کا باعث بنتا ہے کہ اجانب و مخالفین کی جانب سے استہزاء، تضحیک، و توہین کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں لکھا گیا ہے اگر کسی کی جانب سے توہین اور تضحیک کی وجہ سے کوئی کام ترک کرنا ضروری یا درست ہوتا تو

حضرت رسول اکرم کو چاہئے تھا کہ دعوت اسلامیہ کو ترک کرتے اور تبلیغ اسلام نہ کرتے، چونکہ مشرکین قریش نے استہزا اور توہین آمیز رویہ تسلسل کے ساتھ اختیار کر رکھا تھا، زبانی جنگ (سرد جنگ) وتضحیک کے علاوہ اسلام اور آنحضرت کے خلاف میدانی جنگ بھی لڑتے رہے......

دور حاضر میں اسلام کے بہت سے احکام وتعلیمات سے دست بردار ہونا چاہئے کیونکہ دشمنان اسلام اور بعض مغرب کے دلدادہ مسلمان بھی، اسلامی احکام کی تضحیک میں پیش پیش ہیں، اس میں نظام حدود وتعزیرات نماز، روزہ...... حجاب وغیرہ شامل ہیں۔(ماساۃ الحسین بین السائل والمجیب ص ۱۸۸_۱۸۹)

جواب:

تائید مذکورہ میں غلط بحث بخوبی آشکار ہے، دعوت اسلامیہ، اصل دین اسلام تبلیغ دین اور واجبات کی بات الگ ہے، عزاداری کے رسومات کی بات بھی الگ ہے، یہ دونوں ایک دوسرے پر قیاس کرنا بے جا ہے (قیاس مع الفارق) دعوت اسلامیہ اور احکام الٰہیہ کسی بھی حالت میں ترک نہیں کیا جاسکتا۔ فرائض اسلامیہ پر عمل کرنا کسی بندہ کی مرضی ونامرضی پر موقوف نہیں ہے۔ مگر کلام عزاداری کی کچھ رسومات کے بارے میں جاری ہے، عزاداری کی کچھ شکلیں جو کہ عوام الناس و دوست نادان کی خود ساختہ ہیں، ترک کر کے اس کے بدلے، عقل وحکمت پر مبنی طور طریقے اختیار کرنے میں عقلاً وشرعاً کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اس کے ذریعہ مذہب حقہ کے بارے میں غلط تصور اور نفرت پیدا ہونے سے تحفظ بھی فراہم ہوگا۔ نیز یہ رسومات ائمہ اہل بیتؑ سے مروی نہیں ہے اور نہ ان کی بجا آوری کا حضرات معصومینؑ سے ہمیں حکم ملا، بلکہ عزاداری کا حکم ملا ہے۔ کیفیت وطریقہ کار اصول وقواعد عزاداری کے مطابق اختیار کیا جائے گا، چنانچہ بعض ممالک میں چند سالوں سے قمہ زنی وزنجیر زنی کی بجائے خون دینے کا طریقہ رائج ہے۔ اس طرح تقدس مذہب کو خدشہ دار کرنے کا موقع میسر نہیں آئے گا،

اور شیعوں کی عقلی وفکری تضحیک ومذاق اڑانے کا بھی سد باب ہوگا۔

باب پنجم-----------------

عزاداری کیوں؟

عزاداری سے احیاء واقعہ کربلا منظور ہے، واقعہ کربلا کو اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام زندہ رہا اور رہے گا۔ اسلام زندہ رہتا ہے ہر کربلا کے بعد: پس عزاداری اس لئے منائی جاتی ہے تاکہ اسلام زندہ وباقی رہے، چنانچہ عربی میں قول مشہور ہے کہ:

ان الاسلام محمدیؐ الحدوث و حسینیؑ البقاء

ترجمہ: اسلام کا آغاز حضرت محمد مصطفیٰؐ سے ہوا اور اس کی بقاء وجاویدانی حسینؑ کے ذریعہ ہوئی۔

اس معنی کی طرف حضور اکرمؐ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "حسین منی وانا من الحسین" "حسین مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

امام خمینی فرماتے ہیں:

ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ عاشورا کی بدولت ہے۔

تاریخی حقائق اور اسلام دشمن عناصر کے مواقف، اقوال وافعال اس بات پر گواہ ہیں، واقعہ کربلا اور شہادت عظمیٰ حضرت امام حسینؑ نے اسلام کو کتنا تحفظ فراہم کیا ہے، اور اس کی بقاء وجاویدانی کی مکمل ضمانت دی ہے، اگر واقعہ کربلا نہ ہوتا تو آج تک سیدھی یا ٹیڑھی شکل میں ہمارے پاس جو اسلام ہے یہ نہ ہوتا جیسا کہ حضرت امام حسینؑ نے مدینہ میں مروان بن حکم کے جواب میں فرمایا تھا (اذن علی الاسلام و السلام اذ ابلیت الامة براع مثل یزید)

اسلام پر آخری سلام ہو جب امت اسلامیہ کا حاکم یزید جیسا ہو، مزید تفصیل کے لئے مراجعہ ہو کریں (شہید اسلام)

واقعہ کربلا اور عزاداری سے دین اسلام کی تبلیغ ونشر واشاعت اسلام مخالف نظریات کی رد اور اس کا دندان شکن جواب دینے کے لئے سنہری موقع میسر آتا ہے، یہ ایک ایسا گوہر نایاب واقعہ ہے جس کی قدر و قیمت اور بے انتہا اہمیت کا کما حقہ درک نہیں کیا گیا اور ان دونوں سے دین کے فروغ اور ملت میں بیداری وشعور پیدا کرنے کے حوالے سے جتنا فائدہ اٹھانا چاہے تھا اتنا فائدہ نہیں اٹھایا گیا، بیگانگان اس کی اہمیت کا ادراک ہم سے زیادہ رکھتے تھے۔

عیسائی مولف انطوان بارا اپنی کتاب (الحسین فی الفکر المسیحی) ص ۷۹ میں ایک عیسائی قسیس (عالم) کا قول نقل کیا ہے جو قابل غور ہے۔

لو کان الحسین لنالر فعناله فی کل بلد بیرقاً ولنصبنا له فی کل قریة منبراً ولدعونا الناس الی المسیحیة باسم الحسین .

ترجمہ: اگر حسینؑ ہم عیسائیوں کے ہوتے تو ہم ہر شہر میں علم حسینؑ لہراتے، ہر محلہ میں منبر حسینؑ نصب کرتے اور حسینؑ کے نام سے لوگوں کو عیسائیت کی دعوت دیتے۔

عزاداری کیسے اور اس کے اصول:

عزاداری برپا کرنے کی کیفیت وطور طریقے چنانچہ پہلے بھی اس کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ پورے عالم تشیع میں یکساں نہیں ہے۔ برصغیر میں بھی اس کے مختلف انداز واطوار پائے جاتے ہیں، در اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ عزاداری کے تمام شکلیں اور اس کے تمام اقسام و انواع، اپنے اصول وقواعد کے مطابق کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ موثر واقع ہو اور آخرت میں نجات وثواب کا بھی باعث ہو۔

اسلام میں عزاداری کے لئے قواعد وضوابط و اصول پائے جاتے ہیں - چنانچہ دوسرے واجبات مستحبات اور فرائض کی انجام دہی کے لئے قیود وحدود اور شرائط مقرر کی گئی ہیں ایسا نہیں ہے کہ عزاداری کو مذکورہ اصول وشرائط سے استثنا کیا گیا ہے، ہر فرد یا گروہ جو اسلام کی تعلیما - واحکام سے ناواقف ہو، جس طرح چاہے کرے اور اس میں غیر متعلقہ

چیزوں کی آمیزش بھی کرے۔ پھر مذکورہ غیر متعلقہ امور، اقوام عالم اور اپنی نئی نسلوں کے سامنے دین تشیع کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

عزاداری سے متعلق اکثر معاملات، عوام الناس کی ایجاد کردہ ہیں اور ان کے نفاذ بھی عوام کے ذریعہ ہوتا ہے لہٰذا عوام الناس کی جانب سے خود ساختہ، بعض رسومات بھی شریعت و عقل سلیم کے ساتھ تصادم و ٹکراؤ نہیں رکھتے ہیں اور بھی اس کے ساتھ متصادم ہیں، اس کی بنیادی وجہ عملی میدان میں علماء باصیرت کی جانب سے عزاداری پر نظارت و مراقبت کا فقدان ہے اور عوام الناس کی جانب سے قواعد و اصول کی عدم رعایت ہے اگر عزاداری، شرعی معیار کے مطابق باصیرت علماء و دانشمندان کی زیر نگرانی کی جاتی تو عزاداری کی موجودہ حالت پیدا نہ ہوتی۔

بہر حال یہاں عزاداری کے بعض اصول و قواعد کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ عزاداری کے تحفظ اور سانحہ کربلا کے بارے میں دلسوزی اور ہمدردی و عشق رکھنے والوں کے لئے تذکرہ و تبصرہ ہو۔

ا۔ معقول ہو:

عزاداری کی کیفیت و طریقہ کار اور بعض رسومات کے حوالے سے عرض ہے کہ عزاداری کے بعض طریقے اگرچہ بعض اوقات میں درست تصور کیے جاتے تھے اور اس کے جاری رہنے پر اجتماعی حوالہ سے بہت سے اشکالات کا باعث نہیں تھے۔ مگر دوسرے اوقات میں تبدیلی حالات اور بعض علاقوں کی خصوصیات کی پیش نظر، بہت سے لوگوں کے پاس نا معقول تصور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا پیام کربلا کو صحیح انداز میں پہنچانے کے لئے اور واقعہ کربلا کو معقول شکل میں پیش کرنے کی خاطر مذکورہ بالا غیر معقول شکل عزاداری کو تبدیل کر کے عزاداری کا ایسا طریقہ اختیار کیا جائے، جو عقل و حکمت پر مبنی ہو، یہ نا معقول رسمیں ترک کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، چونکہ یہ طریقے نہ شرعاً ماثور ہیں۔ اور نہ اس میں تبلیغی اور پیام کربلا عام کرنے کے حوالے سے کوئی فائدہ ہے، ایک رسم ورواج کے علا کچھا نہیں ، سابقہ

ادوار سے عوام کے زور بازو اور بعض اہل علم کی غفلت سے آج تک رائج ہے، اس کی وجہ سے پوری ملت اور مذہب تشیع پر بڑا الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ مذہب، خرافات پر مبنی ہے اور اس کے ماننے والوں کی عقل وقوہ تفکیر میں خلل پایا جاتا ہے۔ چنانچہ دشمنان اسلام محمدی و مذہب حقہ تشیع کے مخالفین یعنی وہابیت و سلفیین کے پیروکاروں کے اپنے ویب سائٹ پر اس نامعقول رسم ورواج کے ذریعہ شیعوں اور تشیع کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں، ہم خواہ مخواہ دشمن کو اپنے خلاف استعمال کرنے کے لئے مواد کیوں فراہم کرتے ہیں؟

۲۔ جذابیت:

عزاداری لوگوں کو مکتب حسینؑ کی طرف دعوت دیتی ہے اور امام حسینؑ میں مقناطیس کی کشش سے زیادہ جذابیت وکشش پائی جاتی ہے، شہادت حضرت امامؑ میں ایسی خصوصیت موجود ہے جو دوسرے کسی واقعہ میں نہیں ہے اس شہادت میں اتنا طاقت ور شعلہ ہے جو کبھی مومن کے دل سے نکل سکتا ہے بجھ نہیں سکتا ہے، چنانچہ حضرت رسول اکرمؐ سے مروی ہے۔

"بے شک حسینؑ کی شہادت سے مومنین کے دلوں میں ایک حرارت پیدا ہوگی جو کبھی ٹھنڈی نہ ہوگی۔"

عیسائی قسیس (عالم) کا قول پہلے نقل کر چکا ہوں کہ اگر حسینؑ ہمارے ہوتے تو ہم حسینؑ کے پر نام لوگوں کو عیسائیت کی طرف دعوت دیتے۔ (عزاداری کیوں کے عنوان میں درج ہوا) بقول نصاریٰ، حضرت عیسیٰ کی فداکاری وقربانی میں یہ کشش نہیں، اسلام کے دیگر واقعات، بدر، احد میں بھی یہ خصوصیت موجود نہیں ہے، یہ شہادت عظمیٰ سید الشہداءؑ ہے کہ ہر لحاظ سے کامل و پر کشش ہے، اس کی عظمت کے سامنے دوست دشمن مجذوب ہو کر سر تسلیم خم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہم اپنے غیر سنجیدہ قول وفعل کے ذریعے دوسروں کو اس مکتب انسان ساز سے دور کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی سب وشتم، لعن وطعن تعلیمات قرآن کے خلاف ہے۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔

اور تم لوگ انہیں برا بھلا نہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں مبادا عداوت و

نادانی میں خدا کو برا بھلا کہیں گے۔ (انعام آیت ۱۰۸)

اسی طرح شتم وسب کرنا سیرت ائمہ کے منافی ہے، تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک دوسرے کو سب وشتم کی سنت امیر شام معاویہ کی ہے کہ جب اس نے بلاد اسلامیہ کے تمام گورنروں کو حکم وفرمان صادر کیا کہ حضرت امیر المومنینؑ پر بالائے منبر لعن وشتم وسب کریں۔

۳۔ شرعاً حرام نہ ہو:

عزاداری ہی ایک عبادت ہے جس میں خلوص وللّٰہیت بنیادی عنصر ہے، فعل حرام کے ارتکاب میں نہ خلوص ممکن ہے نہ وہ عبادت میں شامل ہے لہٰذا عزاداری ابا عبداللہ الحسینؑ کے تمام طور وطریقے اور تمام شکلیں، شرعی حرام فعل وقول سے پاک ومبرا ہونا چاہئے اگر عزاداری کی کوئی شکل وطریقے شرعی حرام اور کسی بدعت پر مشتمل ہو تو یہ قطعاً ناجائز ہوگا، عزاداری کے اہداف ومقاصد اور سانحہ کربلا کے اہداف ومقاصد میں مکمل ہماہنگی ویکسوئی لازمی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ شہادت عظمیٰ کا ہدف، احیاء حق واماتہ باطل ہو (یعنی باطل نظریہ وفکر وحرام وبدعت کا خاتمہ ہو) مگر عزاداری کا ہدف باطل کا احیاء وزندہ رکھنا اور حرام وبدعتوں کا ارتکاب اور اس کی نشوونما ہو کیونکہ فلسفہ شہادت وفلسفہ عزاداری میں ٹکراؤ ہے، حق یہ ہے کہ عزاداری کی شکلیں اور تمام رسومات، اسلام کے اصلی چہرے کا عکاس ہونا چاہئے، لہٰذا شرعی محرمات اور بدعتوں کا اسلام کی تعلیمات اور فلسفہ قیام امام عالی مقام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے لہٰذا عزاداری کے بعض رسومات، شرعی حرام وبدعتوں پر مشتمل ہونا چہ معنی دارد؟ بعض رسومات بذات خود حرام وناجائز ہے۔

اسی وجہ سے علماء کرام اور مجتہدین عظام اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ عزاداری کے مقدس رسومات، شرعی حرام فعل وقول سے پاک ومبرا ہونا چاہئے، عزاداری کی بعض شکلیں حرمت ذاتی کے حامل ہیں، اور کچھ انداز عزاداری سے شرعی حرام کا ارتکاب لازم آتا ہے، اس لئے وہ انداز عزاداری بھی حرام ہو جائے گا، مثلاً کسی فرد یا فرقے کی ایذا رسانی، تفرقہ انگیزی

اور اتحاد بین المسلمین کو مجروح کرنے جیسے مسائل مرتب ہوتے ہیں، چنانچہ شب بیداری کے وقت نوحہ و ماتم کی آواز پورے محلہ میں صبح تک گونجتی رہتی ہے اور یہ بہت سے لوگوں کی ایذا رسانی کا باعث بنتا ہے، بہت سے مریضوں، بچے اور بوڑھے، آرام کا محتاج ہیں، مگر وہ آرام نہیں کر پاتے، زیر تعلیم طلباء و طالبات کی پڑھائی ولکھائی اور اہل مطالعہ کے علمی سرگرمیوں میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اور عام لوگوں کی نیند میں خلل ڈالنا بھی جائز نہیں، خلاصہ یہ سب ایذا رسانی میں شامل ہیں۔ عزاداری حسینؑ کو ان چیزوں سے پاک کرنا لازمی ہے۔ علماء کے فتوے آخر میں درج کئے جائیں گے۔

۴۔ پیام کربلا کا حامل ہو:

گزشتہ صفحات میں تکرار اذکر کیا گیا ہے کہ عزاداری بامقصد ہو اور اس کے ذریعہ پیام کربلا اور فلسفہ شہادت کے احیاء اور تمام تعالیم اسلام کی بقا و استمراریت مطلوب ہے مگر عزاداری میں حرام اعمال بھی ملا کر انجام دینے سے بجائے اسلام کے برعکس، بجائے بدعت و احیاء محرمات شرعیہ لازم آتا ہے جو فلسفہ شہادت و عزاداری کے قطعا خلاف ہے۔

پیام اسلام کی نشر و اشاعت ہو، مخصوصا مجالس کے ذریعہ مذکورہ بالا اصول کے ساتھ سابقہ مباحث میں آمدہ عنوان (مجالس عزاداری کے موضوعات) بھی ضمیمہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ موضوعات بھی اصول عزاداری میں شامل ہیں۔

عزاداری مقدمہ ہے نہ ہدف:

ایک بڑا طبقہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ عزاداری بذات خود ہدف و مقصد ہے، اس غلط فہمی کی وجہ سے وہ لوگ عزاداری کے اصلی ہدف و اعلیٰ مقصد کھو چکے ہیں، اس وجہ سے عزاداری در حقیقت بے مقصد ہو کر رہ گئی ہے۔

باب ششم-----------------

عزاداری اور ہماری ذمہ داری:

عزاداری سے متعلق قوم وملت علماء وخطباء کی ذمہ داری کے بارے میں کہنے کی باتیں بہت ہیں، چند باتوں کا تذکرہ سابقہ مباحث میں مختلف عنوانات کے تحت ہو چکا ہے، فی الحال صرف ایک بات کا تذکرہ کرنا منظور ہے، جو اس تمام مباحث میں بنیادی محور اور مرکزی عناصر میں شامل ہے، وہ دراصل ایک سوال کا جواب ہے، سوال یہ ہے، عزاداری کے متعلق ہماری کیا ذمہ داری ہے؟

جواب

اسے تحفظ فراہم کرنا:

ذمہ داری سب سے مشکل اور کلیدی حیثیت کا حامل ہے، تحفظ سے مراد یہ ہے کہ عزاداری کا سلسلہ، اپنے اصلی چہرے وشکل میں جاری وساری رہے، اور بیرونی واندرونی سطح پر دشمن دانا اور دوست نادان کی گزند سے محفوظ رہے۔

وضاحت

بیرونی سطح:

بیرونی طاقتوں کی سازشوں اور مخالف افراد وتنظیموں کی جانب سے عزاداری کی مجالس وجلوس وغیرہ کی راہ میں جو رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں یا اس کی کوشش کی جاتی ہے اس سے مقابلہ کرنا اور ہر طرح سے محفوظ کرنا منظور ہے۔ اور یہ طاقت شیعہ کمیونٹی سے باہر ہوا کرتی ہے، کبھی استعمار اور عالمی طاقت اس سازش میں ملوث ہوتی ہے کبھی سلفیین (وھابی) تکفیری گروہ، سپاہ صحابہ، لشکری جھنگوی وغیرہ اور کبھی منظم ادارے کے افراد ہوتے ہیں۔

بیرونی خطرے سے عزاداری کو تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ، عزاداران کی جان و مال و ناموس کی حفاظت بھی منظور نظر ہے اس تحفظ سے غرض یہ ہے کہ عزاداری کا سلسلہ ہر سال جاری رہے، دوسری طرف سے یہ بات بھی تاریخی شواہد کی روشنی میں کہی جاسکتی ہے کہ مخالفین کی جانب سے عزاداری کو محدود کرنے یا بالکل بند کرنے کی کوشش بدستور جاری رہے گی۔ چنانچہ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مخالفین کی ہر کوشش سابقہ ادوار کی طرح آئندہ بھی ناکام ہو کر رہ جائے گی، لیکن ہمیں ہوشیار رہنا چاہئے۔

اندرونی خطرے سے تحفظ فراہم کا ایک مطلب یہ ہے کہ بعض شیعہ نما افراد استعمار کے ایجنٹ ہوتے ہیں اور مذہب سے لگاؤ، محبت اور خدمت کا دعویٰ کرتے ہوئے، مذہب تشیع اور عزاداری کے مقدس مراسم میں بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

اندرونی سطح:

بیرونی سطح پر عزاداری کو دشمن دانا کے خطرات اور سازشوں سے تحفظ فراہم کرنا، ہم سب کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اندرونی سطح پر دوست نادان، اور بعض غیر ذمہ دار عزاداروں کی حرکات، اقوال اور رسومات سے اس مقدس عزاداری کو محفوظ رکھنا اور غیر متعلقہ طور وطریقوں کی عزاداری میں شامل ہونے سے روکنا بھی عوام علماء عظام، ذاکرین کرام اور تمام بااثر تنظیموں کی سنگین ذمہ داری ہے، دوسرے الفاظ میں بات یہ ہے کہ مقدس عزاداری کے اصلی چہرے کو مسخ کر کے تحریف شدہ چہرے پیش کرنے کا خطرہ اپنے اندر ہمیشہ پایا جاتا ہے، چنانچہ ایک حد تک ایسا ہوا ہے۔ لہٰذا عزاداری کو اپنے اہداف و مقاصد کے دائرے میں محفوظ رکھنے اور ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے محفوظ رکھنے کے لئے دو چیزوں کو ملحوظ نظر رکھنا اشد ضروری ہے۔

۱۔ سانحہ عاشورا اور عزاداری کے مضمون، محتویٰ، حقائق اور اس کا پیام۔

۲۔ شکل وصورت و طریقہ کار۔ یعنی عزاداری کی کیفیت و رسومات ان دونوں مقامات میں تبدیلی و تحریفات واقع ہونے سے روکنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، مذکورہ دو تحریفات کی

وضاحت کے لئے اس تحریفات کا ذکر نا مناسب سمجھتا ہوں جو قرآن کے بارے میں علماء و مفسرین نے بطور واضح بحث کی ہے اور کہا گیا ہے کہ تحریف قرآن کے متعلق دو قسم کی تحریف کا امکان ہے۔

ا۔ تحریف لفظی:

اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ و آیات میں اضافہ یا کمی کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی تحریف لفظی واقع نہیں ہوئی اور اس کی حفاظت کی ضمانت، اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی گئی ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون.

ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(سورہ حجر ۱۵/۹)

قرآن مجید جس طرح نازل ہوا تھا اسی حالت میں ابھی تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا، ایک لفظ کا نہ اضافہ ہوا ہے اور نہ کمی، اس کے علاوہ ساری باتیں کہانی اور قیل و قال سے کچھ زیادہ نہیں ہیں۔

۲۔ تحریف معنوی:

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے آیات و الفاظ میں لفظی اعتبار سے کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے، مگر اس کے معانی تفسیر، توجیہ و تاویل، غلط انداز میں کی گئی ہے، چنانچہ یہ تبدیلی اور تحریف معنوی، خود مسلمانوں کے مفسرین، غرض مند راوی اور درباری علماء کی جانب سے کی گئی ہے عملی میدان میں قرآن کریم میں تحریف معنوی اور مفہوم میں تبدیلی کا خطرہ و زیان، اس کی تحریف لفظی سے کم نہیں ہے، اس کا ایک نمونہ آیت تطہیر ہے جو کہ اہل البیت یعنی پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی تھی، عکرمہ خارجی نے تحریف معنوی کا ارتکاب کرتے ہوئے کہا کہ اس میں ازواج رسول (رسول کی بیویاں) بھی شامل ہیں۔

سانحہ کربلا اور قیام حضرت امام حسینؑ پھر عزاداری کے حوالے سے بھی دو قسم کی تحریفات دو مقامات پر ہو سکتی ہیں، بلکہ زمینی حقائق کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں تحریفات واقع ہو چکی ہے۔

عزاداری میں تحریف کے معنی یہ ہیں کہ اس کے فلسفہ محرکات وعوامل میں تحریف و تبدیلی۔ فلسفہ قیام وشہادت ابا عبداللہ تنگ نظروں کا خود ساختہ فلسفہ سے بہت بلند و بالا ہے، دو نظریہ حیات کے درمیان ناگزیر تصادم تھا، ایک طرف جاہلیت کے نظریات، ثقافت اور تہذیب وتمدن تھا جس کا بیڑا یزید بن معاویہ نے اٹھایا تھا، دوسری طرف، اسلامی نظریہ توحید، ثقافت اور اسلامی واخلاقی اقدار تھا جس کی حفاظت اور دفاع کی ذمہ داری، فرزند رسولؐ حسین بن علیؑ پر عائد ہوتی تھی (شہید اسلام) مگر بعض نادان عزاداران کا کہنا ہے کہ فلسفہ شہادت یہ ہے کہ مومنین آپ پر گریہ کریں اور آخرت میں گناہوں کی بخشش ہوگی۔ قصہ تمام۔

امام عالی مقام پر گریہ وبکا اور شفاعت کا صحیح مفہوم اپنی جگہ درست ہے مگر اسے اس انداز سے پیش کیا جاتا ہے کہ گریہ وبکا کے بعد کسی عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے، جنت کا پروانہ مل جاتا ہے اور شفاعت کی سند بھی۔ اب اس کے بعد ہر قسم کی خلاف ورزی، گستاخی اور معصیت کے ارتکاب کا جواز میسر آتا ہے، اسلام کے دیگر احکام وتعلیمات کی کوئی اہمیت نہیں ہے سامعین کے ذہن میں یہ بات بھی خود بخود بیٹھ جاتی ہے کہ عزاداری کے بعد ظالم حکومت کے ساتھ تعاون کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض کتب مقاتل گویا اس لئے لکھی گئی ہیں کہ سامعین کو کیسے رلایا جائے، خطیب بھی اس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے کہ سامعین کی آنکھوں سے آنسو کیسے جاری ہو، اس لئے صحیح مصائب کم اور غیر معتبر بلکہ من گھڑت مصائب زیادہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح سانحہ کربلا کی بعض شخصیات یعنی شہداء کربلا کے بارے میں بے حد مبالغہ سے کام لیا جاتا ہے جن کا تذکرہ کسی صحیح کتب مقاتل میں نہیں ملتا، بعض اوقات شہداء اور اسیران کربلا کو اس طرح پیش کئے جاتے ہیں جس میں ان کی تذلیل کا پہلو نمایاں ہے۔

دوسری جانب حضرت امام حسینؑ کے خطبات و مراسلوں میں پائے جانے والے فکری، عملی، اخلاقی، تربیتی جہادی اور احساس ذمہ داری کے پہلوؤں کا تفصیلی گفتگو تو دور کی بات ہے ان کا ذکر تک نہیں کیا جاتا، جذباتی نعرہ بازی اور تفویض وغلو کی فضا پیدا کر کے لوگوں کو ولایت علیؑ وامامت ائمہ سے نکال کر الوہیت علیؑ کی صف میں کھڑا کیا جاتا ہے۔

آیا اس تحریف سے بڑھ کر، سانحہ نورانی عاشورا کی اور کوئی تحریف ہو سکتی ہے؟ حسین بن علیؑ بفرمان حضرت رسول اکرم "شمع ہدایت تھا، ہماری عزاداری کے بعض طور وطریقے میں یہ شمع کیوں بجھی ہوئی ہے؟ یا بعض رسومات سرے سے بدعت وحرام پر مشتمل یا بذات خود حرام کیوں ہیں؟ مجالس حسینی مدارس حسینی میں کب تبدیل ہوگی؟ یہاں سے عمل صالح بجالانے کی ہدایت کب ملے گی؟ کربلا سے پوری تاریخ اسلامی میں مستکبروں وظالموں کے خلاف درس انقلاب لیتے رہے اور انقلاب برپا کرتے رہے، مگر ہماری عزاداری سے عزاداران کو درس انقلاب کیوں نہیں ملتا؟ فلسفہ شہادت اور قیام حسینی کی سرفہرست میں اصلاح امت کا عنوان تھا، مگر عزاداری کے ذریعے اصلاح امت کے بارے میں بات تک نہیں کی جاتی ان عرائض و گزارشات کے علاوہ بہت سے مطالب ہمارے سینے میں پنہاں ہیں! الغرض یہ سب تحریف معنوی واقعہ کربلا ہے، ہم سب کو مل کر ان تحریفات اور تبدیلیوں کا مقابلہ کرنا چاہئے اور جو حقائق ہیں ان کا بیان اور خرافات کا ازالہ کرنے سے اندرونی خطرات سے تحفظ فراہم ہوسکتا ہے، مذکورہ مطالب تحریف معنوی سے متعلق تھا۔

شکل وصورت میں تحریفات:

اب شکل وصورت میں بھی تحریف کچھ کم نہیں، عوام الناس یعنی دوسرے نادان اپنے زعم وگمان کے مطابق بہت سی چیزوں کا اضافہ کرتے آئے ہیں، یہاں تک بعض رسومات کی تزئین وآرائش اس طرح کی جاتی ہے گویا محفل جشن وسرور کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔

غم واندوہ کی مجلس یا جلوس عزا ہونے کا پتہ نہیں ملتا، بعض رسومات بذات خود حرام ہونا یا حرام پر مشتمل ہونا اپنی جگہ محفوظ ہے، لہٰذا یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ

عزاداری کے بعض پہلو اپنے اصلی ہدف سے دور ہو چکا ہے، کیوں اس میں انسان سازی، کردار سازی اور اصلاح نفس و فرد و معاشرہ کی بات نہیں ہوتی، اخلاقی و شرعی ذمہ داری کا احساس و شعور بیدار کرنے میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا، کربلا کے پیام سے بالکل خالی ہوتا جنت کا پروانہ چند قطرہ آنسو بہانے سے مل جاتا ہے، جہاں سے ایک عاقل و بابصیرت انسان اس کی افادیت کا اندازہ با آسانی لگا سکتا ہے، دشمن دانا ایسی عزاداری کی از خود ترویج کرے گا نہ کہ مخالفت چونکہ اس میں مقصد شہادت اور تبلیغ دین کا پہلو غائب ہے۔

مجھے ایک باخبر شخص نے بتایا کہ ایک خطیب (ذاکر) روایتی تقریر سے ہٹ کر، سیرت ائمہ اور ان کی تعلیمات پر مشتمل تقاریر کرنے لگے، تو بعض مخالفین کے سرکردہ افراد کی جانب سے یہ تجویز پیش کی گئی قبلہ آپ کو کتنی رقم چاہیے ہم فراہم کریں گے۔ بس آپ اپنی موجودہ تقاریر کا انداز ترک کریں اور روایتی تقریر جاری رکھیں۔ اس تجویز پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

تحریفات کا خلاصہ:

۱۔ فلسفہ و محرکات واقعہ کربلا و عزاداری میں تحریف

۲۔ وقائع و حقائق و مصائب میں تحریف

۳۔ شخصیات کے حالات میں مبالغہ

۴۔ شکل و صورت عزاداری میں تحریف

باب ہفتم ----------------

عزاداری کی تاریخ:

حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ اور ان کے باوفا شہدائے کربلا پر گریہ و بکا اور عزاداری کب سے اور کیسے ابتداء ہوئی ہم اس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی مدون تاریخ نہیں ہے، لیکن ہماری کتب میں موجود متفرق روایات اور کتب تاریخ سے اتنا پتہ ضرور ملتا ہے کہ اس

کا سلسلہ اپنی سادگی شکل وصورت میں، شہادت امام حسینؑ سے پہلے آغاز ہو چکا تھا بلکہ امام عالی مقام کی ولادت سے قبل ذکر غم ومصیبت پھر گریہ وبکا کا سلسلہ تاریخ انبیاء میں بطور عام اور سیرت طیبہ آنحضرتؐ میں بطور خاص پایا جاتا ہے۔

چنانچہ مصائب امام حسینؑ کے ذکر سے حضرت امیر المومنینؑ اور جناب سیدہ کونین فاطمہؑ کے گریہ وبکا کا ثبوت بھی کتب سیرت وتاریخ میں ثبت ہے، واقعہ ہائلہ اور پر درد وغم، شہادت عظمیٰ کے بعد عزاداری کا سلسلہ شام سے آغاز ہوا، جب حضرت امام زین العابدینؑ اور دیگر اسیران کربلا کو یزیدی قید وبند سے رہائی ملی، تو جناب زینبؑ کبریٰ نے سب سے پہلے قصر یزید میں عزاداری کی، پھر کربلا واپس لوٹے تو وہاں تقریباً تین دن تک گریہ وزاری ونوحہ گری یعنی عزاداری کرتے ہوئے قیام کیا، اسیران کربلا مدینہ منورہ واپسی پر، تمام شہر مدینہ سوگوار تھا اور اہل مدینہ گریہ وبکا کرتے تھے۔

ام البنین کی عزاداری:

حضرت ابوالفضل العباس کی والدہ ماجدہ فاطمہ کلابیہ مشہور ام البنین واقعہ کربلا کے بعد ہر روز حضرت عباس کے فرزند فضل بن عباس کے ہمراہ بقیع آ کر کربلا میں شہید ہونے والے فرزندان پر گریہ وبکا کرتی تھیں اور ان کے نوحہ وبکا سن کر مدینہ کی خواتین بھی روتی تھیں اور وہاں (بقیع) سے گزرنے والے ان کی آواز سن کر روتے اور تاریخ کی کتب اور مقاتل میں ام البنین کے مشہور مرثیے بھی ثبت ہے، (موسوعہ عاشورا، ص ۵۰)

رباب کی عزاداری:

آپ حضرت امام حسینؑ کی زوجہ اور جناب علی اصغر وسکینہؑ کی والدہ تھیں، آپ میدان کربلا پھر اسیری میں شریک رہیں، آپ کو امام عالی مقام کے ساتھ بے انتہا محبت تھی چنانچہ امام کی شہادت کے بعد بھی انہوں نے اسی محبت کی لاثانی مثال قائم کیں، اسیری سے رہائی کے بعد ایک سال تک اپنی کنیزوں اوران سے وابستہ خواتین کے ہمراہ امام حسینؑ پر

گریہ وزاری اور اپنی خاص نوعیت کی عزاداری میں مصروف رہیں اور اس طویل مدت میں کسی چھت کے سائے میں نہیں بیٹھیں۔

امام حسینؑ کے دریائے عشق میں ڈوبی ہوئی یہ خاتون اپنے محبوب امام اور فرزند رسولؐ کے غم میں اتنا روئیں کہ ان کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے چنانچہ ان کی ایک کنیز نے انہیں بتایا کہ سویق (ایک خاص قسم کا شربت جو ستو سے تیار کیا جاتا ہے) کے شربت کے استعمال سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، لہٰذا ان کے حکم سے یہ شربت تیار کیا جاتا جو یہ کھانے کے ساتھ استعمال کرتیں) (شہید اسلام ۳۸۹۔۱۳۹۱ از اصول کافی ج ا۔ص ۳۸۷)

امام زین العابدینؑ کی عزاداری:

حضرت امام زین العابدین 35 سال تک واقعہ کربلا کے خونی منظر کو یاد کرتے ہوئے گریہ کرتے رہے اور ہر مناسب موقع پر مظلوم کربلا و شہید طف کی یاد تازہ کرتے تھے، جب آپ کے پاس پانی (وضو وغیرہ کے لئے) لایا جاتا تھا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہوتے اور فرماتے میں کیسے پانی پیوں جب کہ نواسہ رسولؐ پیاسا قتل ہو گیا۔ (بحار جلد ۴۴ص ۱۴۰)

امام صادقؑ نے زرارہ سے فرمایا:

ہمارے جدامجد علی بن الحسینؑ جب بھی اپنے بابا حسین بن علیؑ کو یاد کرتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور آپ کے گریہ کی وجہ سے حاضرین بھی رونے لگتے۔ (بحار ج ۴۰ص ۲۰۷)

امام صادقؑ امام باقرؑ اور امام رضاؑ کے ادوار میں عزاداری امام حسینؑ کی تاکید کے ساتھ عملی میدان میں بھی اپنے اپنے گھروں میں ایام محرم میں عزاداری قائم کرتے تھے اور ایک خاص انداز وجود میں آیا تھا وہ یہ تھا کہ شعرائے کرام ان کی خدمت میں مرثیہ پڑھتے تھے اور امام و حاضرین مجلس و اندرون خانہ بیٹھی ہوئی خواتین سب روتے تھے۔ بطور نمونہ مندرجہ ذیل واقعات پیش خدمت ہیں۔

امام باقرؑ کی عزاداری:

شاعر اہل البیت کمیت بن زید اسدی مدینہ میں امام باقرؑ کی خدمت میں پہنچا اور رات کے وقت امام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت ملی اور اپنا قصیدہ (جو فضائل و مصائب و بنی امیہ کے مذمت پر مشتمل تھا) پڑھنا شروع کیا اور پڑھتے پڑھتے اس شعر کو پڑھا۔

و قتيل با لطف غودر منهم

بين غو غاء امة و طغام

اور اس شہید طف (کربلا) (کا ذکر کیا کرو) جو امت کے پست و کمینے لوگوں کے درمیان، غداری و خیانت سے شہید کئے گئے۔

امام عالی مقام نے گریہ کیا اور فرمایا اے کمیت اگر ہمارے پاس مال و دولت ہوتی تو تمہارے اس شعر کا صلہ ہم دے دیتے، لیکن تمہارا اجر وہی دعا ہے جو رسول اکرمؐ نے حسان بن ثابت کے لئے فرمائی تھی، اے حسان جب تک ہم اہل بیت کے دفاع میں ہو، روح القدس کی تائید ہمیشہ تمہارے شامل حال ہوگی۔ (الغدیر ج ۲، ص ۱۸۷)

امام باقرؑ سے یہ روایت ہے:

ثم لیندب الحسینؑ و یبکیه، و یا مرمن فی داره بالبکاء علیه و یقیم فی داره مصیبة باظهار الجزع علیه و یتلا قون بالبکاء بعضهم بعضا فی البیوت و لیعذ بعضهم بعضا بمصاب الحسینؑ.

ترجمہ: پھر امام باقرؑ حضرت امام حسینؑ پر گریہ کرتے اور گھر میں موجود تمام افراد کو آپ پر گریہ کرنے کا حکم دیتے اور خود اپنے گھر میں عزاداری کرتے لوگ گھروں میں ایک دوسرے کو روتے دیکھتے اور آپس میں ایک دوسرے کو تعزیت پیش کرتے تھے۔

(شہید اسلام ص ۳۳۹)

حضرت امام صادقؑ نے فضیل سے فرمایا:

و تجلسون و تحدثون ؟ قال نعم جعلت فداک ، قال ان تلک المجالس اجبها فا حیوا امر نا یا فضیل فرحم الله من احیی امرنا.

یا فضیل من ذکرنا او ذکرنا عنده فخرج من عینه مثل جناح الذباب غفر الله له ذنوبه ولو کانت اکثر من زبد البحر.

ترجمہ: امام صادقؑ نے فضیل سے سوال کیا:

کیا تم مجالس قائم کرتے اور ہماری احادیث وتعلیمات اور فرامین ایک دوسرے کو بیان کرتے ہو؟ فضیل نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا ایسی مجالس کو میں پسند کرتا ہوں اے فضیل: ہمارے مشن وامر کو زندہ رکھو خدا اس شخص پر رحم کرے جو ہمارے امر و مشن کو زندہ رکھتا ہے۔ اے فضیل جس نے ہمارا ذکر کیا یا کسی سے سنا اور اس کی آنکھ سے مکھی کے بال کے برابر آنسو نکلے تو خدا اس کے گناہ کو بخش دے گا اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

(بحار، ج ۴۴ ص ۲۸۲)

روایت فضیل اور دیگر روایات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ:

۱۔ امام کی جانب سے ذکر اہل البیت احیائے امر ائمہ اور عزاداری کی تاکید و ترغیب کی جاتی تھی۔

۲۔ خود حضرت امام عزاداری کا اہتمام کرتے تھے۔

۳۔ اس وقت کے شیعہ بھی اپنے اپنے گھروں اور مختصر تعداد وشکل میں عزاداری قائم کرتے تھے، اگر چہ اس کی تفصیل ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

ابو ہارون مکفوف سے روایت ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے فرمایا مرثیہ پڑھو، میں نے پڑھنا شروع کیا، امام نے فرمایا اس طرح نہیں، اس طرز سے پڑھو جب تم اپنے درمیان اور امام حسینؑ کے روضہ اقدس پر پڑھتے ہو۔ میں اپنے مخصوص طرز پر مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔

امور علی جدث الحسینؑ

فقل لا عظمه الزکیة

حسینؑ کے روضہ اقدس پر جا کر ان کی پاک و پاکیزہ ہڈیوں سے کہدو...... یہاں سے امام نے گریہ شروع کیا، میں نے پڑھنا روک دیا، امام نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا میں پڑھتا گیا۔ یہاں تک میں نے یہ مصرعہ پڑھا

یا مریم قومی والندبی مولاک

و علی الحسین فاسعدی ببکاک

اے مریم اٹھو اور اپنے مولا و آقا پر ندبہ و بکا کرو۔

اور حسینؑ پر گریہ کر کے اپنی سعادت کا سامان فراہم کرو۔

راوی (ابو ہارون) کہتا ہے، امام رونے لگے اور اندرون خانہ کہرام مچ گیا اور خواتین کی زارو فریاد کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ (بحار، ج ۴۴، ص ۲۷۸)

امام کاظمؑ کی عزاداری:

ابراہیم بن ابی محمود حضرت امام رضاؑ سے روایت کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے: امام نے فرمایا: ماہ محرم میں جنگ و قتال کو اہل جاہلیت حرام قرار دیتے تھے مگر اس میں ہمارے خون کو حلال قرار دیا گیا ہماری حرمت کا پاس نہیں رکھا گیا، خواتین اور بچوں کو قیدی بنائے گئے۔

ان یوم الحسین اقرح جفو ننا و اسبل دموعنا

بے شک یوم الحسینؑ نے ہماری آنکھوں کو زخمی کر دیا اور ہمیشہ کے لئے اشک بار کیا، یوم الحسینؑ نے ہمارے عزیز کو ذلیل کیا، ہر رونے والے کو حسینؑ جیسے پر رونا چاہیے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جب ماہ محرم داخل ہوتا تو ہمارے پدر بزرگوار (امام کاظمؑ) کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ عشرہ محرم گذرنے تک ان پر غم واندوہ غالب رہتا، اور عاشورا کے دن تو میرے بابا پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ جاتا اور عاشورا غم واندوہ کا دن ہوتا تھا۔ (بحار ج ۴۴ ص ۲۸۳_۲۸۴)

امام رضاؑ کی عزاداری:

امام رضاؑ باقی ائمہ کی طرح واقعہ کربلا کے احیاء اور ماہ محرم میں گریہ وزاری کرنا متعدد روایات کی روشنی میں ایک معمول بن گیا تھا، چنانچہ ابراہیم بن ابی محمود کی روایت کا ایک حصہ گزر چکا، ریان بن شبیب سے روایت ہے کہ میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں یکم محرم کو حاضر ہوا امام نے فرمایا اہل جاہلیت اس ماہ کا احترام کرتے تھے، مگر اس امت نے اس کا احترام نہیں کیا اور رسول اللہ کا تقدس بھی پامال کیا، اس ماہ میں ذریت رسول اکرم کو قتل کیا گیا، مخدرات کو اسیر اور اموال کو غارت کیا گیا، اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے۔

یا بن شبیب ان کنت باکیا الشی فابک للحسینؑ

ترجمہ: اے پسر شبیب اگر تم کسی پر گریہ کرتے ہو تو صرف حسینؑ پر گریہ کرو، کیونکہ حسینؑ کو ایک گوسفند کی طرح ذبح کیا گیا، اور ان کے ساتھ اہل بیت کے اٹھارہ جوان بھی شہید کئے گئے جن کی روئے زمین پر کوئی شبیہ نہیں تھا۔ (بحار، ج ۴۴ ص ۲۸۰_۲۸۶)

عزاداری اور مرثیہ گوئی کے بارے میں دعبل خزاعی شاعر اہل بیت سے مروی ایک روایت کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ دعبل خزاعی کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، امام غمگین نظر آرہے تھے اور امام کے اصحاب بھی ان کی خدمت میں تھے، اور فرمایا کہ دعبل میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے جد بزرگوار سید الشہداء کے بارے میں کچھ مرثیہ پڑھو، یہ ایام غم ومصیبت ہے، پھر مصائب امام مظلوم میں شعر وگریہ کے بارے میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے۔ دعبل جو شخص ہمارے مصائب میں گریہ کرے یا رولائے، اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے ساتھ محشور فرمائے گا، دعبل جو شخص میرے جد بزرگوار حسینؑ پر روئے خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخش دے گا، پھر آپ کھڑے ہوئے اور درمیان میں ایک پردہ ڈالا ،خواتین کو پردے کے پیچھے بٹھایا تاکہ سید الشہداء کے مصائب پر گریہ کریں۔ پھر امام رضاؑ نے مجھ سے فرمایا (یا دعبل ارث الحسین) اے دعبل حسین پر مرثیہ پڑھو۔

تم جب تک زندہ ہو ہماری مدح ونصرت کرنے والے ہو اور جب تک کر سکتے ہو ہماری نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔ میں (دعبل) رو پڑا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، میں نے مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔

افا طمة لو خلت الحسین مجدلا

وقدمات عطشانا بشط فرات

اذا للطمت الخد فاطم عنده

واجریت دمع العین فی الوجنات

افاطم قومی یا ابنة الخیر واندبی

نجوم سموات بارض فلاة

ترجمہ: اے فاطمہ اگر آپ حسین کو زمین پر پڑے ہوئے حالت میں دیکھتیں جب کہ وہ فرات کے کنارے پیاسے مارے گئے تھے تو آپ اپنا منہ پیٹتیں اور خون کے آنسو اپنے چہروں پر بہاتیں۔

اے فاطمہ اٹھیے، اے رسول کی بیٹی ندبہ وگریہ کریں ان آسمان کے ستاروں پر جو زمین کربلا میں بکھرے ہوئے ہیں۔ (بحار ج ۴۵ ص ۲۵۷)

امام زمانہ کی عزاداری:

روایات سے پتہ چلتا ہے کہ امام زمانہؑ زمانِ غیبت میں اپنے جد بزرگوار اور شہدائے کربلا پر گریہ وندبہ کرتے رہتے ہیں، مخصوصا دعا ندبہ اور زیارت ناحیہ تو کربلا کے مصائب پر مشتمل ہیں زیارت ناحیہ کے چند جملے پیش کئے جاتے ہیں تا کہ حضرت امامؑ کی دل کے حال کی تصویر کشی ہو۔

فلئن اخرتنی الدهور و عاقنی نصرک المقدور ، ولم اکن لمن حاربک محاربا، ولمن نصب لک العداوة مناصبا، فلا ندبنک صباحاً ومساء ، ولا بکین لک بدل الدموع دما، حسرة علیک و تاسفا علی

مادھاک ، و تلھفا حتی اموت بلوعة المصاب و غصة الالیاب . (بحار، ج۱، ص۳۲۰)

ترجمہ: اب جبکہ زمانہ نے مجھے موخر کردیا اور اس وقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میرے مقدر نے مجھے آپ کی نصرت سے روک دیا، اور آپ سے لڑنے والوں کو میں نہ رو سکا، اور آپ کے دشمنوں کے مقابلے کے لئے میدان میں آ کھڑا نہ ہوسکا تو صبح و شام بے قراری سے آپ کے غم میں رویا کروں گا اور آنسو کے بدلے خون بہاؤں گا، یہ آپ کا غم یہ آپ کے مصائب یہ رنج و ملال اور آہ پُر درد کبھی جانیوالی نہیں، اسی سوزش غم اسی رنج و ملال کو ساتھ لیکر دنیا سے اٹھ جاؤں گا۔ (زیارت ناحیہ کا ترجمہ)

حضرت امام رضاؑ کے بعد دیگر ائمہ اہل بیتؑ اور شیعیان کے حالات عزاداری کے حوالے سے ہمارے پاس روشن نہیں ہیں اور کوئی مستند معلومات دستیاب نہیں ہیں کہ وہ عزاداری کرتے تھے یا نہیں اگر کرتے تھے تو کس شکل و صورت میں۔ غیبت کبریٰ امام زمانہؑ کی عزاداری کی ایک جھلک پیش کی گئی جو کہ مالوف طریقے سے باہر ہے یعنی عالم غیب میں عزاداری کچھ اور حیثیت کی حامل ہے، بات عالم شہود میں عزاداری کی ہو رہی ہے۔

البتہ یہ معلوم ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے ادوار کے ظلم و جور نے ائمہ اہل بیتؑ اور ان کے شیعوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا، یہاں تک کہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جانا، حکومت کی نگاہ میں جرم تصور کیا جاتا تھا، ظالمین کے پاس حسین زندہ اور حسین شہید میں کوئی فرق نہیں تھا بلکہ حسین شہید سے وہ زیادہ خائف تھے، لہٰذا ذکر حسینؑ اور زیارت حسینؑ کو بالکل ختم کرنے کے لئے قبر مطہر پر پانی جاری کیا گیا اور ہل بھی چلایا گیا۔ مگر نور خدا کسی کے مٹانے سے کیا مٹ سکتا ہے؟

یریدون ان یطفؤ نور اللہ با فواھم و یابی اللہ الا ان یتم نورہ و لو کرہ الکافرون .

ترجمہ: کافر لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں حالانکہ خدا اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا کہ اپنے نور (دین) کو تمام کرے چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔ (توبہ ۹/۳۲)

باب ہشتم-----------------

آل بویہ کے عہد میں عزاداری:

سابقہ ادوار میں عزاداری امام حسینؑ گھروں میں محدود پیمانہ پر انجام پاتی تھی مگر آل بویہ یعنی دیلمی خاندان کی حکومت میں عزاداری نے ایک نئی شکل اختیار کر لی اور کسی طور پر پورے شہر بغداد میں سوگواری کے مراسم منانے لگے۔
اس کی تفصیل یوں ہے۔

بغداد پر سلطنت بنی عباس کی کمزوری پر خاندان آل بویہ دیلمی کے معز الدولہ کو اقتدار ملا، خلیفہ عباسی برائے نام تھا اور خلیفہ، دور حاضر میں پریکمانی نظام کے تحت، منتخب ہونے والا صدر مملکت جیسا ہوا تھا۔ ملک کے تمام انتظام و انصرام، معز الدولہ کے پاس تھا۔

معز الدولہ کا اقتدار سن ۳۳۴ ہجری سے قائم تھا البدایہ والنہایہ اور دیگر مصادر کے مطابق سن ۳۵۲ ہجری میں عاشورا کے دن رسمی طور پر یہ حکم صادر ہوا اور اعلان کیا گیا کہ آج امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ کی سوگواری کرتے ہوئے غم برپا کریں، دوکانیں و بازار بند کر دیں، اور سر برہنہ بازار میں نکلیں عورتیں بال پراکندہ کریں، سوگواری کے مخصوص کپڑے پہنیں۔ اور صورت پیٹتی ہوئی حسین مظلوم پر نوحہ و بکا کریں (بغداد میں شیعوں کی کثرت تعداد اور حاکم بھی شیعہ ہونے کی وجہ سے اہل سنت کچھ نہیں کر سکا) (البدایہ والنھایہ ج ۱۱/۲۴۳)

چنانچہ اسی سال ۳۵۲ ہجری میں دس ذوالحجہ (صحیح ۱۸ ذوالحج) کو معز الدولہ نے نیز یہ حکم دیا کہ عید الغدیر کی مناسبت سے بغداد میں خوشی، فرح و سرور اور زینت کریں، رات کو

بازار باقی اعیاد کی طرح کھلے رکھنے کی ہدایت کی۔(۱)

جگہ جگہ آگ جلا کر شہر میں چراغاں کیا گیا، یہاں تک کہ امراء وداروغہ خانے (پولیس کے تھانوں اور ہیڈ کوارٹر تک آگ جلا کر روشن ومزین کیا گیا اور ساز وسرور و...... استعمال کیے گئے، یہ سب عید غدیر کی خوشی میں کیا گیا۔ وہ دن ایک معروف، مشہور، عجیب وممتاز دن تھا۔(البدایۃ والنہایۃ ج۱۱/۳۳۳)

---

۱) آل بویہ کون:

ابوشجاع بویہ کے تین اولاد تھیں جو بعد میں ان القاب سے مشہور ہوئے، عماد الدولہ، رکن الدولہ اور معز الدولہ۔ یہ سب شاہ ایران یزدجرد کی نسل سے ہیں چنانچہ یہ خاندان دیلم میں رہنے کی وجہ سے دیلمی سے بھی مشہور ہیں۔(البدایۃ ج۱۱/۱۷۳)

سن ۳۳۴ ہجری کو معز الدولہ نے ایک لشکر جرار لیکر بغداد پر حملہ کرنے آیا، خلیفہ عباسی میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، لہٰذا معز الدولہ کو تحفے تحائف، بھیجے اور قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ میں تمہاری آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں، معز الدولہ جنگ وقتال کے بغیر بغداد میں داخل ہوا، خلیفہ کی بیعت کی گئی اور خلیفہ کے لئے نان ونفقہ اور محل کے دیگر اخراجات کے طور پر روزانہ پانچ ہزار درہم مقرر کیا گیا۔(البدایۃ والنہایۃ ج۱۱/۲۱۲)

ایک ہی زمانے میں شیعوں کی تقریباً تین حکومتیں قائم ہوئی۔

۱۔ آل بویہ دیلمی کی حکومت ایک وسیع علاقہ جس میں بغداد، رے، قم، اصفہان، شیراز اور کرمان وغیرہ پر محیط تھی، سن ۹۳۲ میلادی سے ۱۰۵۵ تک یعنی ۱۲۳ سال حکومت قائم رہی۔

۲۔ آل حمدان یا حمدانیوں کی حکومت جو شامات حمص اور حلب وغیرہ پر محیط تھی اس کے ماتحت تھے، سن ۸۹۲ میلادی تا ۹۹۱ یعنی ۹۹ سال حکومت رہی۔

۳۔ فاطمی حکومت یعنی شش امامی اسماعیلی حکومت تھی جو تیونس، شمال افریقہ پھر مصر وغیرہ پر قائم تھی، سن ۹۰۹ میلادی تا ۱۱۷۱ یعنی ۲۶۲ سال فاطمی حکومت برقرار تھی۔

(المنجد فی الاعلام ص ۱۵۵، ۱۵۹۔ ۵۱۸۔ مجلہ شیعہ شناسی سال ششم، شمارہ ۲۲ ص ۱۷۸،)

مذکورہ بالا تاریخ (البدایہ والنہایہ) کے مطابق سن ۳۵۲ سے سن ۳۶۳ ہجری تک بغداد میں عاشورہ کے مراسم رسمی و سرکاری سطح پر انجام دیتے تھے، اگرچہ بعض حالات و واقعات میں فرقہ وارانہ فسادات بھی ہوا کرتے تھے چنانچہ سن ۳۶۳ھ میں بڑے پیمانے پر فسادات ہوئے اور آل بویہ کی حکومت کے خلاف سنی ترکوں نے بغاوت کی، بغداد میں ترکی سنی کی حکومت قائم ہوئی سنی حاکم سبکتگین نے دیالمہ کو بغداد سے نکال دیا، ان کے گھروں کو محلہ شیعہ کرخ سمیت جلا دیا۔ (البدایہ ج۱۱/۲۷۰)

البدایہ میں ۳۶۳ کے بعد سے سال ۳۸۲ھ تک عید غدیر اور مراسم عاشورا کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شیعیان، مذکورہ مراسم کو اپنے اپنے انداز سے نہیں مناتے تھے کیونکہ البدایہ نے سال ۳۸۲ھ کے حالات میں لکھا ہے کہ وزیر ابوالحسن علی بن محمد کو بھی معروف ابن المعلم جو کہ سنی العقیدۃ اور سلطان پر مسلط تھا، بغداد کے اہالیان کرخ و باب الطاق جو کہ شیعوں کے مخصوص محلے تھے، عاشورا کے دن ان بدعتوں کو انجام دینے سے منع کیا جو روز عاشورا انجام دیا کرتے تھے، جیسے بازار بند کرنا، پرانا اور فرسودہ کپڑے پہننا اور امام حسینؑ پر گریہ کرنا، صاحب البدایہ والنہایہ نے اس حکم کی خوشی میں لکھا کہ اس حکم کے بعد شیعوں نے عاشورا کے کوئی مراسم انجام نہیں دی واللہ الحمد (البدایہ ج۱۱/۳۱۱)

۳۹۳ ہجری میں عمید الجیوش کی جانب سے نیز مراسم عاشور منانے سے منع کیا گیا۔ (البدایہ ج۱۱/۳۳۲)

سال ۴۰۶ میں فرقہ وارانہ فساد ہوا، وزیر فخر الملک نے شیعہ سنی فسادات ختم کرائے اور شیعوں کو مراسم عاشورا حسب سابق منانے کی اجازت دی۔ (البدایہ والنہایہ ج۱۲/۲)

عہد دیالمہ کے بعد:

عزاداری کا سلسلہ دوسرے ادوار میں نشیب و فراز وقوت وضعف کے ساتھ جاری رہا، یہاں تک کہ ایران میں صفوی حکومت کا دور آیا اور عزاداری سید الشہداء نے نئی شکل اختیار کی اور نئی طاقت و بڑی رونق کے ساتھ منائی جاتی تھی جو آج تک یہ سلسلہ جاری وساری

ہے۔(عزاداری بایدھاد نبایدھا ص۳۰)

مصر میں عزاداری:

اس کا تذکرہ ہو چکا تھا کہ خلفاء فاطمین (اسماعیلی حکام) کی حکومت، تیونس، شمال افریقہ پھر مصر پر قائم تھی، اس عہد میں شہر قاہرہ اور جامع ازھر کی تعمیر کی گئی اسی عہد میں مصر اور قاہرہ میں مراسم عزاداری رسمی طور پر برپا کرتے تھے اور یہ سلسلہ تقریباً دو سو سال چلتا رہا، صلاح الدین ایوبی نے فاطمی حکومت کا خاتمہ کیا اور سنی حکومت قائم کی، اس کے بعد سے عزاداری کا سلسلہ بھی ختم ہوا۔(ماساۃ الحسین ۱۹۰)

صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ سلطنت علویین مصر کے زمانہ میں امیر سیف الملک اور قاضی موتمن وغیرہ حضرت کے مرقد منور کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔

حاشیہ(۱)

عاشورہ کے دن ملک افضل مجلس عزا برپا کرتے تھے دائیں بائیں علماء وقضات بیٹھتے تھے، روضہ خوان (ذاکر) ایک دوسرے کے بعد پڑھتے تھے۔لوگ روتے تھے، زوال کے وقت گریہ وبکا کی شدت ہوتی تھی، دوکاندار اپنی دوکانیں بند رکھتے تھے۔(مجاہد اعظم ۳۹۰)

---

۱) بظاہر مرقد منور سے منظور، مقام راس حسینؑ ہے جو کہ قاہرہ میں عام وخاص کی زیارت گاہ ہے، نہ وہ مرقد مطہر جو کربلا میں نور افشانی کر رہا ہے۔(مولف)

باب نہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عزاداری فقہاء کی نگاہ میں:

عزاداری حضرت سید الشہداء امام حسینؑ منانے کی کیفیت، طور و طریقے اور اس کے حدود و قیود کے بارے ہم فقہاء عظام اور علماء کرام کے فتوے پیش کر رہے ہیں تا کہ قاری محترم اور عزاداران سید الشہداء کی بصیرت و آگاہی میں مزید اضافہ ہو کہ عزاداری کے رسومات و طور و طریقے میں کونسا درست ہے اور کونسا (طریقہ) شرعی نقطہ نگاہ سے نادرست ہے۔

یہ سارے فتوے کتاب "محرم الحرام کے حوالے سے منتخب سوالات کے جوابات" کے آخری حصہ میں درج ہیں جس کا اردو ترجمہ اور اشاعت کا اعزاز دانش کدہ۔ اسلام آباد کو حاصل ہے۔ ہم اس کی کاپی کسی کم وکاست کے بغیر (عزاداری کیا، کیوں اور کیسے) کے ساتھ منسلک کر رہے ہیں تا کہ عزاداران کے سامنے عزاداری کرتے وقت شرعی نقطہ نظر بھی واضح انداز میں موجود ہو۔

(مولف)

ساتواں حصّہ

اِحکامِ عَزاداری

سیّد مجتبیٰ حسینی

شبیہ خوانی

سوال ۷۳ : اکثر جگھوں پر (ایران میں) شبیہ خوانی نام کی ایک پرانی رسم برقرار ہے ہو سکتا ہے لوگوں پر کوئی مثبت اثر بھی رکھتی ہو، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : سب فقہاء : اگر شبیہ خوانی میں جھوٹ اور باطل شامل نہ ہو اور موجودہ دور کے لحاظ سے مذہب کی کمزوری و بدنامی کی باعث نہ بنے تو اس میں کوئی ڈر نہیں، البتہ بہتر ہے کہ اس کی جگہ پر مجلس وعظ و نصیحت، مصائب خوانی اور مرثیہ و نوحہ خوانی انجام دی جائے.(۱)

آیۃ اللہ صافی : اگر تعزیہ و شبیہ خوانی کی رسم میں حرام کام نہ ہو تو کوئی ڈر نہیں (۲).

---

(۱) امام، استفتاءات، ج ۲، و مکاسب محرمہ، ص ۶۷، خامنہ ای، اجوبۃ الاستفتاءات، ص ۱۴۳۰، مکارم، استفتاءات، ج ۱، ص ۵۷۲ و ۵۷۳، فاضل، جامع المسائل، ج ۱، ص ۲۶۶، ۲۷۴، نوری، استفتاءات، ج ۲، ص ۵۹۶، تبریزی، استفتاءات، ص ۲۰۰۳، ۲۰۰۵، ۲۰۱۳

(۲) صافی، جامع الاحکام، ج ۲، ص ۱۵۹۹

عَلَم و عزاداری

سوال ۷۴ : عزاداری میں عَلَم رکھنا یا ماتم داری کے دوران علم ساتھ اٹھانا کیا حکم رکھتا ہے ؟

جواب: امام خمینی ، شیخ جواد تبریزی ، ناصر مکارم اور آقا سیستانی: کوئی ڈر نہیں۔ (۱)

آقای خامنہ ای : خود اس میں تو کوئی ڈر نہیں لیکن اسے جزو دین نہ سمجھا جائے۔(۲)

نوری ہمدانی : معمول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۳)

صافی گلپائگانی: علم کا شعار الٰہی سے ہونا بعید نہیں ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔(۴)

عزاداری میں موسیقی

سوال ۷۵ : عزاداری میں آلات موسیقی و لہوی کا استعمال کیا حکم رکھتا ہے ؟

جواب : بہجت و صافی کے علاوہ باقی سب فقہاء :

اگر ایسے آلات ہوں جو لہو و حرام کے ساتھ خاص ہوں، ان کا بجانا ہر حال میں جائز نہیں ہے اور اگر مشترک آلات میں سے ہوں تو پھر اس کا جائز کام میں بجانا کوئی حرج نہیں رکھتا اور موسیقی کے حکم میں عزاداری اور جشن کے پروگراموں میں کوئی فرق نہیں۔(۵)

---

(۱) امام استفتاءات ج۲ مکاسب محرمہ س۱۲، تبریزی استفتاءات س۲۰۰۷، فاضل، جامع المسائل ج۱ س۲۱۶۲، مکارم استفتاءات ج۱ س۵۷۹، سیستانی سائٹ شعائر دینی س۶

(۲) خامنہ ای اجوبۃ الاستفتاءات س۱۴۴۴ (۳) نوری استفتاءات ج۲ س۵۹۸، ۶۰۳

(۴) صافی جامع الاحکام ج۲ س۱۵۹۵

(۵) امام استفتاءات ج۲ مکاسب محرمہ س۳۰، خامنہ ای اجوبۃ س۱۱۶۳، فاضل جامع المسائل ج۱ س۹۹۲، مکارم استفتاءات ج۱ س۵۲۳ و ۵۲۵، س۷۰۷ و ۷۰۱، تبریزی استفتاءات س۱۰۵۴، ۱۰۶۵، صراط النجاۃ ج۱ س۱۰۰۵، دفتر سیستانی، وحید، نوری

بہجت : اگر ایسے آلات میں سے ہو جو حرام سے مختص ہے تو اس کا لہوی طرز پر بجانا حرام ہے اور بنا بر احتیاط واجب غیر لہوی صورت پر بھی بجانا جائز نہیں ہے، لیکن اگر مشترکہ آلات میں سے ہو تو اسے جائز کاموں میں استعمال کرنا کوئی حرج نہیں رکھتا اور موسیقی کے حکم میں عزاداری اور جشن کے پروگرام فرق نہیں رکھتے(۱).

صافی گلپائگانی : آلات موسیقی (آلات لہو) کا بجانا ہر حال میں کلی طور پر حرام ہے اور عزاداری و جشن کی محفلوں میں موسیقی کا حکم کوئی فرق نہیں رکھتا. (۲)

سوال ۷۶ : تعزیہ و جلوس میں شہنائی، بانسری اور اس جیسے دوسرے آلات بجانے کا کیا حکم ہے؟

جواب : امام خمینی، آقای خامنہ ای و فاضل لنکرانی : آلات موسیقی کا طرب آور و لہوی انداز میں بجانا جو کہ مجالس لہو و گناہ سے مناسبت رکھتا ہو حرام ہے.(۳)

مکارم، سیستانی، تبریزی، نوری اور وحید خراسانی : آلات موسیقی کا لہوی اور مجالس گناہ و سرور کے انداز میں بجانا حرام ہے.(۴)

صافی و بہجت : ہاں ہر صورت میں اشکال رکھتا ہے.(۵)

تبصرہ : آقای صافی اور بہجت کے علاوہ باقی مراجع کی نظر میں جشن و عزاداری اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں رکھتے، آلات لہو کا لہوی صورت میں بجانا حرام ہے، لیکن غیر لہوی صورت میں بجانا جائز ہے.

---

(۱) بہجت، توضیح المسائل متفرقہ، م ۲

(۲) صافی، جامع الاحکام، ج ۱، س ۱۰۰۳ و ۱۰۱۵ و ۱۰۱۸

(۳) امام، استفتاءات، ج ۲، مکاسب محرمہ، س ۳۵، خامنہ ای، اجوبۃ الاستفتاءات، س ۱۱۶۱، فاضل، جامع المسائل، ج ۱، س ۹۸۸ و ۲۱۷

(۴) مکارم، استفتاءات، ج ۱، س ۵۱۶ و ۵۲۱، نوری، استفتاءات، ج ۲، س ۵۷۱، تبریزی، استفتاءات، س ۲۰۱۹، سیستانی، sistani.org، موسیقی، س ۲۳، دفتر وحید

(۵) صافی، توضیح المسائل، مسئلہ ۲۸۳۳، دفتر بہجت

سوال ۷۷ : عزاداری محافل میں طبل اور دستی حلقہ بجانا کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب : صافی و بہجت کے علاوہ سب فقہاء : اگر غیر لہوی انداز میں بجایا جائے تو کوئی ڈر نہیں۔(۱)

صافی و بہجت : ان کا استعمال اشکال رکھتا ہے۔(۲)

تبصرہ : بعض فقہاء کے کلام میں مذکورہ بالا آلات کے استعمال کے جواز کو اگرچہ غیر لہوی کی قید نہیں لگائی گئی لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ان کے نزدیک بھی جواز مطلق نہیں ہے بلکہ دوسرے مسائل کو مدنظر رکھنے سے غیر لہوی ہونے کی قید معتبر ہوگی۔

قمہ زنی

سوال ۷۸ : آیا قمہ زنی جائز ہے؟

جواب : امام خمینی ، آقای خامنہ ای و آقای فاضل : آج کل چونکہ اس کی کوئی ایسی توجیہ موجود نہیں جو قابل قبول ہو، لہذا یہ مذہب کی کمزوری و بدنامی ہونے کی وجہ سے جائز نہیں اور اس سے اجتناب ضروری ہے۔(۳)

ناصر مکارم : سید الشہداء کی عزاداری اہم ترین دینی شعائر میں سے ہے اور بقائے تشیع کا راز بھی اسی میں مضمر ہے، لیکن عزاداروں کو ایسے کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے جو مذہب

---

(۱) امام ،استفتاءات ، ج ۲ ،مکاسب محرمہ ، س ۲۷ و ۳۶ ، خامنہ ای ، اجوبۃ الاستفتاءات ، س ۱۳۳۱ ، مکارم ، استفتاءات ، ج ۱ ، س ۵۱۶ ، نوری ، استفتاءات ، ج ۲ ، س ۶۰۳ و ۵۹۶ و ج ۱ ، س ۴۳۸ ، تبریزی ، استفتاءات ، س ۲۰۰۹ ، صراط النجاۃ ، ج ۶ ، س ۱۳۷۷ ، فاضل ، جامع المسائل ، ج ۱ ، س ۴۱۷۳

(۲) صافی ، جامع الاحکام ، ج ۱ ، س ۱۰۰۲ ، توضیح المسائل ، م ۲۸۳۳ ، دفتر بہجت

(۳) امام ، استفتاءات ، ج ۳ ، سوالات متفرقہ ۳۷ ، خامنہ ای ، اجوبہ ، س ۱۳۶۱ ، فاضل ، جامع المسائل ، ج ۱ ، س ۴۱۷۳

کے لئے کمزوری اور بدنامی کا باعث ہوں یا ان کے ذریعے بدن کو نقصان پہنچتا ہو۔(۱)

نوری: قمہ زنی اشکال رکھتی ہے۔(۲)

جواد تبریزی: سید الشہداء کی عزاداری اہم ترین شعائر دینی میں سے ہے اور رمز بقاء تشیع ہے لیکن عزاداروں کو ایسے کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے جو بدنامی مذہب یا دشمنان اسلام واہل بیت کے لئے سوء استفادہ کا باعث ہوں۔(۳)

صافی گلپائگانی: اگر بدن کو زیادہ نقصان نہ ہو تو سید الشہداء کی عزاداری کے طور پر کوئی ڈر نہیں ہے۔(۴)

سوال ۷۹ : آیا قمہ زنی مخفی طور پر کی جا سکتی ہے اور اگر کسی نے اس کی منت مان رکھی ہو تو وہ کیا کرے ؟

جواب : خامنہ ای: قمہ زنی عرفاً غم و حزن کا مظہر شمار نہ ہونے کے علاوہ آئمہ علیہم السلام کے زمانے میں یا ان کے بعد والے زمانوں میں اس کا وجود بھی نہیں ملتا اور معصومؑ سے اس کی تائید کے بارے کوئی حکم خاص یا عام بھی ثابت نہیں ہے اور آج کے دور میں یہ مذہب کی بدنامی کا باعث بھی ہے، لہٰذا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے ایسی منت مانی ہو تو شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے وہ منت منعقد نہیں ہوتی۔(۵)

زنجیر زنی (بغیر چھریوں والی)

سوال ۸۰ : بدن پر زنجیر مارنا جیسا کہ آج کل رائج ہے، کیا حکم رکھتا ہے ؟

---

(۱) مکارم :سائٹ makaremshirazi.org: قمہ زنی

(۲) نوری، استفتاءات، ج۲، ص ۵۹۷

(۳) جواد تبریزی، استفتاءات س ۲۰۰۳، ۲۰۱۲،۲۰۱۳

(۴) دفتر صافی

(۵) خامنہ ای، اجوبۃ الاستفتاءات، ج۱، ۱۳۶۱

جواب :آقائے خامنہ ای : اس طرح ہو کہ عام طور پر اسے غم و حزن کا اظہار شمار کیا جائے تو اس میں کوئی ڈر نہیں ہے.

سوال ۸۱: زنجیر جن میں چھریاں بھی موجود ہوں ان کے مارنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب : امام خمینی ، آقای خامنہ ای ، مکارم اور فاضل لنکرانی : اگر لوگوں کے درمیان ان زنجیروں کا مارنا مذہب کی بدنامی کا باعث ہو یا بدن کو کافی حد تک نقصان دہ ہو تو جائز نہیں ہے.(۱)

صافی : اگر بدن کو زیادہ نقصان نہ پہنچائے تو سید الشہداء کے غم میں ایسا کرنا جائز ہے.(۲)

نوری : امام حسین علیہ السلام کی عزاداری جیسا کہ شیعہ میں رائج ہے اس کے مطابق انجام پائے تو کوئی ڈر نہیں ہے.(۳)

سینہ زنی

سوال ۸۲ : عزاداری میں قمیص اتار کر ماتم کرنے کا کیا حکم ہے ؟

جواب : اکثر مراجع کے نزدیک کوئی ڈر نہیں ہے، مگر اس صورت میں کہ خرابی و فساد کا موجب ہو تو جائز نہیں ہے .

مکارم : بنابر احتیاط واجب جائز نہیں ہے.(۴)

---

(۱) امام خمینی، استفتاءات ج ۳ ص ۳۲، ۳۷، خامنہ ای اجوبہ، ص ۱۴۴۱، تبریزی، استفتاءات ۲۰۰۳، ۲۰۱۲، مکارم، استفتاءات، ج ۱، ص ۵۷۴، ج ۲ و سائٹ makaremshirazi.org لنکرانی، فاضل جامع المسائل، ج ۱، ص ۲۱۹۲، ۲۱۴۴، ۲۱۷۳

(۲) صافی، جامع الاحکام، ج ۲، ص ۱۵۹۴

(۳) نوری ہمدانی، استفتاءات، ص ۶۳۰۱، ج ۳ ص ۲۰۱

(۴) ناصر مکارم سائٹ makaremshirazi.org

سوال ۸۳ : عزاداری میں آیا جائز ھے کہ جہاں عورتیں موجود ھوں وھاں قمیص اتار کر ماتم کریں ؟

جواب : امام خمینی و فاضل لنکرانی: اگر خرابی کا باعث نہ ہو تو جائز ہے اور عورتوں پر واجب ہے کہ نامحرم کے بدن پر نگاہ ڈالنے سے اجتناب کریں.(۱)

مکارم : احتیاط واجب کی بنا پر مرد ایسے کام سے پرہیز کریں.(۲)

تبریزی ، کوئی ڈر نہیں ہے.(۳)

صافی : اگر نامحرم عورتوں کی نظر نہ پڑے تو جائز ہے.(۴)

بہجت : بنا بر احتیاط واجب بدن کو نامحرم سے چھپائے.(۵)

عزاداری میں دوڑنا یا چھلا نگیں لگانا

سوال ۸۴ : عزا داری کی حالت میں اوپر نیچے اچھلنا کیا حکم رکھتا ھے ؟

جواب : آقای خامنہ ای : مومنین کو ان تمام کاموں کو پرہیز کرنا چاہیے جو عزاداری سیدالشہداء کے شایان شان نہ ہوں اور اس قسم کی حرکات اگر عزاداری کی بدنامی کا باعث نہ ہوں تو کوئی ڈر نہیں ہے.(۶)

مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی

سوال ۸۵ : بعض عورتوں کی مجالس میں عورتیں لاؤڈ سپیکر پر نوحہ و

---

(۱) امام، استفتاءات، ج ۳، سوالات متفرقہ، س ۳۶؛ فاضل، جامع المسائل، ج ۱، س ۲۲۶۴، ۲۲۶۵

(۲) مکارم، استفتاءات، ج ۲، س ۷۶۵

(۳) تبریزی، استفتاءات، س ۲۰۰۴، tabrazi.org، الحث شدن عزاداران

(۴) صافی، جامع الاحکام، ج ۲، س ۱۵۹۷

(۵) بہجت، توضیح المسائل، م ۹۳۷

(۶) استفتاء از دفتر آقای خامنہ ای

مرثیہ پڑھتی ہیں اور ان کی آواز مردوں کو سنائی دیتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

جواب : مکارم کے علاوہ باقی سب فقہاء: اگر عورتوں کی آواز مردوں کے لئے لذت لینے اور شہوت ابھارنے کی باعث ہو تو جائز نہیں ہے۔(۱)

مکارم : جائز نہیں ہے۔(۲)

عزاداری و نماز

سوال ۸۶ : اگر کسی سے عزاداری میں شرکت کی وجہ سے بعض واجبات جیسے صبح کی نماز قضا ہو جائے تو کیا بہتر ہے کہ اس کے بعد عزاداری کی مجالس میں شرکت نہ کرے یا یہ کہ اس کی عدم شرکت اہل بیتؑ سے دوری کا باعث ہوگی؟

جواب : سب فقہاء: نماز سب چیزوں پر مقدم ہے اور عزاداری میں شرکت کو بہانہ بنا کر نماز قضا نہیں کی جاسکتی، لیکن عزاداری میں شرکت نماز کے مقابل نہیں ہے، بلکہ یہ مستحب موکدہ ہے لہذا دونوں پر عمل کرے۔

سوال ۸۷ : کیا عزاداری کو جاری رکھا جائے یا اول وقت نماز جماعت قائم کی جائے؟

جواب : سب فقہاء: نماز جماعت مقدم ہے، جیسا کہ خود امام حسینؑ نے عاشورہ کے دن ظہر کی نماز قائم فرمائی، لہذا اہل بیتؑ کے ماننے والوں کو بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ہر حالت میں نماز کو اول وقت میں جماعت کے ساتھ قائم کریں کیونکہ ائمہ معصومینؑ ان کی

---

(۱) فاضل، جامع المسائل، ج ۱، س ۲۱۸۲، صافی، جامع الاحکام، ج ۲، س ۱۶۸۱، خامنہ ای، اجوبہ س ۱۱۲۵، نوری، استفتاءات، ج ۲، س ۵۲۵، امام، استفتاءات، ج ۳، ۱، احکام نظر، تبریزی، استفتاءات، س ۱۰۵۸، دفتر: حوالہ سابقہ، بہجت، سیستانی

(۲) ناصر مکارم، استفتاءات، ج ۲، س ۶۳۷، ج ۱، س ۸۵۷، دفتر

اولاد و اصحاب کی ساری کوشش اور شہادت کا مقصد دین کی برپائی تھا اور معرفت خدا کے بعد سب سے بڑھ کر نماز ہے۔(۱)

سوال ۸۸ : مسجد سے قرآن کی آواز اور امام بارگاہ سے مجلس کی آواز لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے بہت بلند ہوتی ہے اس طرح کہ ہمسایوں کے آرام و سکون میں خلل انداز ہو جاتی ہے، جب کہ وہاں کی انتظامیہ اس بارے میں کچھ سننے پر آمادہ نہیں ہے ایسی صورت میں وظیفہ کیا ہے ؟

جواب : سب فقہاء : دینی شعائر کا ان کے مناسب وقت میں برپا کرنا اگرچہ بہترین کام ہے اور مستحب ہے، لیکن منعقد کرنے والوں پر واجب ہے کہ جتنا ہو سکے ہمسایوں کے لئے اذیت و تکلیف پیدا کرنے سے پرہیز کریں (یعنی سپیکر کی آواز کم رکھیں) (۲)

عاشورہ میں منت

سوال ۸۹ : کسی نے منت مانی کہ عاشورہ کے دن لوگوں کو حلیم دے گا کیا اس کی جگہ کوئی دوسری غذا دے سکتا ہے یا یہی منت والی حلیم عاشورہ کے علاوہ محرم کے کسی دن میں دے سکتا ہے ؟

جواب : سب فقہاء : اگر منت صحیح شرعی صیغہ کے ساتھ کی ہو تو اسی صورت میں ادائیگی ضروری ہے جیسے منت مانی تھی اور اگر شرعی صیغہ نہیں پڑھا تھا تو اسے اختیار ہے جیسے چاہے انجام دے۔(۳)

---

(۱) فاضل، جامع المسائل، ج ۱، ص ۲۱۷۶، ۲۱۷۷، نوری، استفتاءات، ج ۲، ص ۵۹۹، دفتر سب فقہاء

(۲) خامنہ ای، اجوبۃ الاستفتاءات، ص ۳۲۷، بقیہ فقہاء کے دفتر سے،

(۳) امام، استفتاءات، ج ۲، نذر، ص ۲۰، ۲۶، بہجت، توضیح المسائل، مسئلہ ۲۱۲۵، مکارم، استفتاءات، ج ۲، ص ۱۲۵۵، ج ۱، ص ۱۳، ۱۰۱۳، فاضل لنکرانی، جامع المسائل، ج ۱، ص ۸۳۶، نوری ہمدانی، استفتاءات، ج ۲، ص ۲۵، ۷، جواد تبریزی، استفتاءات، ص ۴۳، ۱۷، بقیہ مراجع کے دفتر سے یعنی آقای خامنہ ای، وحید خراسانی اور صافی گلپائگانی

سوال ۹۰ : کیا محرم کے دوران زیب و زینت کرنا، بال رنگنا اور عورتوں کا میک اپ کرنا جائز ہے؟

جواب : سب فقہاء : اگر اس سے گناہ نہ ہو اور عزاداری کی بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے، لیکن غیرت مند افراد کو چاہیے کہ محرم کے دوران اس طرح کے کاموں سے پرہیز کریں اور دوسری محفلوں میں یہ کام کریں، کیونکہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خداوند ہمارے شیعہ پر رحمت نازل کرے کہ وہ ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں اور ہماری مصیبت کے دنوں میں محزون و غمگین ہوتے ہیں"

اور مسلّم ہے کہ محرم آئمہ علیہم السلام کے لئے غم و اندوہ کا مہینہ ہے۔

محرم میں شادی

سوال ۹۱ : کیا ماہ محرم کے دوران شادی بیاہ کرنا جائز ہے؟

جواب : سب فقہاء : اگر اس میں گناہ نہ ہو اور اس سے سید الشہداء کی بے احترامی لازم نہ آئے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن یہ مدنظر رہے کہ ایسی شادی میں کوئی برکت نہیں ہوگی اور غیرت مند مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے کام دوسرے مہینوں میں انجام دیں اور محرم میں صرف غم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام منائیں۔

یادداشت



ناشر:

مرکز اسلامی ٹرسٹ کراچی پاکستان